**درس حدیث**
*محمد اظہر مدنی*

# بھائی چارہ اور مل جل کر رہنے کی تلقین

**عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال النبی صلی الله عليه وسلم: لا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تناجشوا ولا تباغضوا ولا تدابروا ولا تنابزوا وكونوا عبادالله اخوانا.** (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کے عیوب ڈھونڈھنے کے پیچھے نہ پڑو، کسی کا عیب خواہ مخواہ نہ ٹٹولو، اور کسی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ بڑھاؤ، اور حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو۔ بلکہ سب اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔

سماج ومعاشرہ میں بھائی چارہ اور آپسی تعاون کی بڑی اہمیت ہے۔ دنیا کا ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ جہاں بھی رہے امن وسکون میں رہے، کسی طرح کا کوئی ڈر اور خوف نہ ہو۔ بھائی چارہ کا ماحول رہے۔ ایک دوسرے کے اندر تعاون اور بقائے باہم کا جذبہ ہو۔ یہ سب نعمتیں انسان کو اسی وقت مل سکتی ہیں جب وہ بغض وحسد اور برے لب ولہجہ اور برے القاب سے کسی کو پکارنے سے احتراز کرے اور ان برائیوں سے دور رہے۔ لیکن مادیت پرستی اور خودغرضی نے انسان کو ان تمام نعمتوں اور اچھی خصلتوں سے دور کردیا ہے اور اپنا مسلم سماج بھی مختلف طرح کی برائیوں غیبت، چغل خوری، ٹوہ اور حسد وجلن میں ملوث ہو چکا ہے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد وجلن، جاسوسی اور ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارنے سے دور رہنے، آپس میں بھائی بھائی بن کر زندگی گزارنے، ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچانے کی تلقین کی ہے۔ ایک روایت میں ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی خصلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

**المسلم من سلم المسلمون من يده ولسانه** (بخاری) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں' اسی طرح ایک دوسری روایت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا يومن احدكم حتى يحب لاخيه مايحبه لنفسه** (متفق علیہ)

یعنی تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ دونوں روایتوں میں مسلمان کی خوبی بیان کی گئی ہے لیکن افسوس ہے کہ مسلمان ان خوبیوں سے محروم ہوتے جارہے ہیں۔ حسد جلن، ایک دوسرے کی تحقیر۔ ایک دوسرے کی جاسوسی اور غیبت ہمارے سماج کی پہچان بنتی جارہی ہے۔ یہ سب اسلام کی تعلیمات سے دوری اور خودغرضی اور خوف خدا سے خالی ہونے کا انجام ہے۔ کوئی بھی یہ نہیں چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ حسد وجلن کیا جائے اس کی جاسوسی اور ٹوہ میں پڑا جائے، جب کسی کو اپنے بارے میں یہ پسند نہیں ہے تو اس کو دوسرے کے بارے میں بھی یہی پسند کرنا چاہیے اور دوسروں کے بارے میں بھی اچھا خیال رکھنا چاہیے اگر یہ سب برائیاں اور کمیاں کسی سماج میں عام ہوجائیں تو پورا سماج بے چینی اور الجھن کا شکار ہوجاتا ہے۔

ایک موقع پر اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلقین کی ''**ان تصبح وتمسی وليس فی قلبک غش لاحد**'' (صحیح مسلم) تمہاری زندگی کے شب وروز اس طرح گزرے جائیں کہ کہ تمہارے من میں کسی طرح کا کینہ وکپٹ نہ ہو۔

اوپر کی سطور میں جن سماجی برائیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ ہمارے سماج کے امن وشانتی اور پرسکون زندگی کو درہم برہم کرتی ہیں، ان سب برائیوں سے انسان کی زندگی میں الجھن اور اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ معاشرہ کے ماحول کو پرسکون وراحت بنانے کیلئے ضروری ہے کہ انسان ان تمام برائیوں سے احتراز کرے جو پورے معاشرہ کے امن وسکون کو غارت کردیتی ہیں۔ اور ایک دوسرے کے بیچ میں نفرت وعداوت اور بگاڑ کا سبب بنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم تمام لوگوں کو مذکورہ بالا حدیث میں مذکور سماجی برائیوں سے دور رہنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔ وصلی اللہ علی النبی

☆☆☆

اصغر علی امام مہدی سلفی

# سیرت طیبہ اور احترام انسانیت

قطع نظر اس سے کہ اسلام کے قوانین عدل وانصاف پر مبنی اور احترام انسانیت کے ضامن ہیں، اخلاقی طور پر بھی وہ جن خوبیوں سے مزین اور جن اعلیٰ اخلاقی وایمانی بنیادوں پر قائم ہیں وہ بذات خود انسانیت کو مکمل عزت واحترام بخشتی ہیں اور جو سیرت طیبہ میں بھی پورے طور پر جھلکتی ہیں۔

رسول گرامی قدر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ ہر انسان کے لیے اور ہر معاملے میں بہترین نمونہ ہے۔ اس کے تین ادوار واحوال ہیں اور ان تینوں ادوار واحوال کو حقیقی طور پر جان لینے والا، چاہے وہ جتنی بھی دشمنی وعداوت رکھنے والا ہو وہ سو جان سے فدا ہو جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی یہ خوبی پورے طور پر معلوم ومتعین ہے۔ جس نے بنیادی طور پر یہ تعلیم دی ہے کہ نیکی وبدی، برائی وبھلائی اور اچھائی وبرائی برابر نہیں ہوسکتی ہیں۔ جیسے کو تیسا کرنا قانون فطرت، مکافات عمل اور عدل وامن کا تقاضا بھلے ہی ہو اور جو بسا اوقات ہونا ضروری بھی ہوتا ہے، مگر برائی کا بدلہ برائی سے دینا ایک مومن کی شان نہیں ہے، چہ جائیکہ ایسا کرنا اس کا نشان ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے " وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ . وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ "، "نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست اور یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کریں اور اسے سوائے بڑے نصیبے والوں کے کوئی نہیں پا سکتا۔" (فصلت: ۳۴-۳۵)

اسلام میں احترام انسانیت کو جو اعلیٰ وارفع مقام حاصل ہے اور اسے نظری وقانونی اعتبار سے جس طرح واجب الادا ٹھہرایا گیا ہے کہ ایک انسان صرف سیرت رسول رحمت ﷺ کو جان کر اور سیر صحابہ واسلاف کو پہچان کر اسلام اور مسلمانوں کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس میں سب سے بڑا دخل صبر وضبط، حلم وبرداشت اور نظم اور ڈسپلن کا ہے۔ آج جو کچھ دنیا کر رہی ہے یا تاریخ کے مختلف ادوار میں جو ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ ظلم وزیادتی، بے عزتی وبے مروتی اور تذلیل وتحقیر کا رویہ اختیار کرتا رہا ہے، اس کے بالکل برعکس برتاؤ


مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

مولانا محمد خورشید عالم

مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی


## اس شمارے میں


| | |
|---|---|
| درس حدیث | ۲ |
| اداریہ | ۳ |
| دنیا پر مصنوعی ذہانت (AI) کے اثرات | ۷ |
| نوجوانوں کا بگاڑ: اسباب وعلاج | ۹ |
| علماء سے برتاؤ کے ضابطے (۱) | ۱۰ |
| خواتین کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعامل وسلوک | ۱۲ |
| اسلام نے شجرکاری اور زراعت کی ترغیب دی ہے | ۱۷ |
| اسلام میں بیٹی کے حقوق | ۲۱ |
| غائبانہ نماز جنازہ سلف صالحین کی نگاہ میں | ۲۶ |
| جماعتی خبریں | ۲۹ |
| اپیل | ۳۲ |


مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے


## بدل اشتراک

سالانہ ____ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ____ ۷/روپے
پاکستان ____ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی



مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

وسلوک سیرت رسول اکرم، سیر صحابہ اور مسلمانوں کی زندگیوں میں رہا ہے۔ ہر دور میں انسانوں کا یہ حال رہا ہے کہ قوی ضعیف کو ستاتا ہی نہیں رہا ہے بلکہ اس کو کھاتا بھی رہا ہے۔ انسان محض اپنی دولت کے نشے میں قوموں اور اپنے ہی ہم جنسوں کے ساتھ عجیب طرح کے بھید بھاؤ اور اونچ نیچ کا برتاؤ کرتا رہا ہے۔ گوروں نے کالوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ بڑوں نے چھوٹوں پر شفقت کرنے کے بجائے ان پر ظلم ڈھایا اوران کو ستایا ہے اور چھوٹوں نے بڑوں کی عزت وتوقیر اوراحترام کرنے کے بجائے ان کے ساتھ بے ادبی وگستاخی اورانتہائی درجے کی بدتمیزیاں کیں ہیں۔ حتی کہ دنیاداری، ذاتی منفعت اور متاع حیات کی خاطر اپنے اور پرائے کی تمیز کھوکر عجیب طرح کی دوریاں، نفرتیں اور تحقیر وتذلیل بلکہ دشمنی پیدا کررکھی ہیں اور دنیا کو جہنم کدہ بنادیا ہے۔ حاکم محکوم ورعایا پر ظلم وستم کوڈھانے میں دریغ نہیں کرتا اور رعایا اور محکوم اقوام نے حکام کے ساتھ غش، دھوکہ اور بدعہدی وبغاوت کے نت نئے راستے ڈھونڈھے ہیں اوراسی میں قومیں تباہ وبرباد ہوتی رہی ہیں۔

اسلام اور مسلمان، خصوصا سیرت طیبہ کے پہلے دور، یعنی نبوت سے قبل عہد جاہلیت میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے احترام انسانیت کا جو علم تھاما تھا اس کا جاہلیت اولیٰ کے زمانہ اور ماحول میں تصور تک نہیں کیا جاسکتا تھا۔ احترام انسانیت کی جتنی اور جیسی پامالی ہوسکتی ہے اس دور میں ہورہی تھی، قریبی قریبی کی عزت وناموس کو لوٹ لینے میں فخر تصور کرتا تھا۔ غریب کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ کمزور وضعیف تو غریب الدیار سے بھی زیادہ بے یارومددگار تھا اور ہر طرح کے ظلم وستم کا تختہ مشق بنتا تھا۔ اس سلسلہ میں اگر بعثت سے قبل عرب کے احوال کو پڑھو، حلف الفضول کی دفعات وبنود کا مطالعہ کرو اور اسے پھر سے دہراؤ ''أولئک کالانعام بل ھم اضل '' کی تفسیر وتفصیل کو چھوڑ کر قرآن کریم کے ان الفاظ ومعانی پر غور کرو اور جعفر طیارؓ کی تقریر دلپذیر در دربار نجاشی کبیر کو ملاحظہ کرو، اس کا ذہن وفکر میں اعادہ کرو اور سیرت کے اس حصے کو پڑھو تو سیرت طیبہ کے محاسن، عظمت اور اہمیت کا احساس ہوجائے گا۔ اور پھر دیکھو گے کہ اس ماحول اور مکان میں بھی وہ کیسا نمونہ بنتا ہے۔

اس وقت سوسائٹی کے سب سے گرے پڑے، ذلیل وحقیر اور کوڑیوں کے بھاؤ خریدے گئے انسانوں اور غلاموں کی ذلت وخواری کا تصور کرو کہ راہ چلتے لوگوں کو غلام بنالینا، بچوں کو اغوا کرلینا، ان کو سرباز اور بیچ دینا، قبائل کا ایک دوسرے پر آئے دن حملہ آور ہوکر ان کو غلام بنالینا اور عزیز وعزت دار کو ذلیل و خوار کردینا عام سی بات تھی۔ ایسے میں اللہ کے رسول ﷺ نے ان غلاموں کے ساتھ ایسا حسن برتاؤ کیا کہ ان کی غلامی سے آزادی کا سرٹیفکیٹ عطا کرنے کو بڑی سی بڑی گھاٹی اور دشوار گذار پہاڑی کو پار کرلینے اور غریبوں، فقیروں، مسکینوں اور یتیموں کو سخت جاڑے، قحط اور بھوک کی حالت میں کھانا کھلا دینے کو ماؤنٹ ایوریسٹ اور ہمالیہ کی بلند وبالا چوٹیوں کو سر کرلینے سے تعبیر کیا اور حقیقت میں بھی کیا اس سے بھی کوئی بلندی ہوسکتی ہے؟ اگر کسی نے جشن طلائی، گولڈن جوبلی اور بڑی سی بڑی مناسبت سے شاہان عالم، صنادید قوم اور وجہاء ووزراء زمانہ کو اپنے خوان نعمت اور شاہی دسترخوان پر جمع کرلیا اور سونے وچاندی کے نوالے ان کے کام ودہن کے حوالہ کردیا، آب زلال نہیں بلکہ آب حیات پلادیا اور انواع واقسام کے طعام اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کے صحاف واباریق میں سجادیا تو اس نے حقیقی معنوں میں نہ وہ داد ودہش حاصل کی، نہ وہ مہمان نوازی وذرہ نوازی کی اور نہ اپنی، نہ اپنے دسترخوان کی، نہ مہمان کی اور نہ میزبان کی وہ قدرومنزلت بڑھائی، نہ اس بلندی کو سر کیا جو کسی شخص نے ایک نوالہ اور مٹی کا ایک پیالہ کسی بھوکے فقیر ومسکین کو سخت ومشکل وقت میں تھمادینے اور اس کے حلق تک پہنچادینے اور اس کے پیٹ کی آگ بجھادینے کی وجہ سے حاصل کرلیا۔

دنیا میں اپنے نفس کی خاطر دوسروں کو غلام اور محکوم ومجبور بنانے اور ذلیل و خوار کرنے والی اقوام سے زیادہ کوئی قوم ظالم اور بدتر نہیں ہوسکتی۔ اسلام نے ان دونوں صورتوں کی قباحتوں کو اجاگر کیا اور غلامی کی زندگی کی دونوں صورتوں کو ختم کرنے کا وہ عظیم الشان کارنامہ انجام دیا اور اس حکمت، خوش اسلوبی، جذبہ خیر اور اکتساب اجر کی نیت سے کہ غلاموں کی خدمت اور عزت واحترام کرکے خود سب سے زیادہ معزز ومحترم بن گئے اور دنیا کو عزت بخش گئے۔

نبوت سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ نے بیوہ کی خبر گیری کرنے والے، یتیموں کے ماوی وملجا، فقیروں، مظلوموں اور غلاموں کے سہارا، بیماروں کے تیمار دار، اپنے اور پرائے کے غم خوار اور ظالم ومظلوم دونوں کے ہمدرد ومددگار بن کر ظلم کا خاتمہ کیا، مظلوم کے شانہ بشانہ ابوجہل جیسے فرعون امت کے سامنے کھڑے ہوگئے اور اسے ظلم سے باز رکھا اور اسے ''الظلم ظلمات یوم القیامۃ'' سے بچالیا۔

بیچاروں اور لاچاروں کا سودہ سلف لادینا، معذوروں اور مجبوروں کی بکریاں دوہ دینا اور اونٹنیوں کے تھن سے دودھ نکال کر بے کسوں اور بے بسوں کے ہونٹ سے لگادینا، نبوت سے قبل سیرت طیبہ کا خاص حصہ ہے۔ ''ثمال الیتامی عصمۃ للارامل '' کی گواہی سرداران قوم کی طرف سے ایسے ہی نہیں

ملی تھی۔ ''کلا لا یخزیک الله ابدا '' کے دعوی کو''وانک لتحمل الکل وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق۔۔۔ کی عملی دلیل کے ذریعہ مدلل ومبرہن ایسے ہی نہیں کیا گیا اور دنیا نے آپ کو صادق وامین ﷺ کا لقب نامساعد حالات میں بھی یونہی نہیں دیا۔

نبوت کے بعد کوہ عذاب ڈھائے جانے، بے حساب الم ومصیبت سے دوچار ہونے، ہرطرح کے خطرات کے سرپر منڈلانے اور غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑنے اور مظالم سے دوچار ہونے کے باوجود جس صبر وضبط، حلم و بردباری کا مظاہرہ کرنے اور قوت وفراست سے ادنیٰ پاؤں میں لغزش کون کہے، دل میں ذرہ برابر وسوسہ نہ آنے دینے، اپنے میدان دعوت وعزیمت میں ڈٹے رہنے، اشتعال یا کمزوری واضمحلال کا تصور کیے بغیر حق پر ڈٹے رہنے اور استقامت برتنے کا عدیم النظیر ولازوال مثال قائم کرنا احترام انسانیت کا وہ اعلیٰ مقام ہے جہاں قومیں اپنی ذلت وخواری کا رونا روکر تحقیر وتذلیل انسانیت کا کام کرتی ہیں اور ظالم اپنے ظلم پر فخر کرکے اپنے ہی ہم جنسوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھا کر مسرور ومگن کیا ہوتا ہے کہ وہ ان کو ذلیل وخوار کرنے کا ریکارڈ اور مثال قائم کرتا ہے اور دنیا وآخرت کا سب سے بدترین انسان بن جاتا ہے۔

کیا آپ نے کبھی سیرت طیبہ میں انسانیت کی کرامت وشرافت اور رشتہ کو تار تار ہوتے اور زعم باطل میں گرفتار ہوکر ''تبالک سائر الیوم'' کہہ کر برسر عام جاہلی نخوت اور قومی غیرت وحمیت کے جواب میں مثبت یا منفی ردعمل دیکھا؟ آپ اپنے مشن میں حد درجہ منہمک ومشغول اور پرعزم ہیں، مگر اس موقف اور سچویشن کے بھیانک اور پرخطر ہونے کا کوئی غم نہیں۔ نہ اسی قوم کے بقول صادق امین ہونے کا پلٹ وار، نہ تیر نہ تلوار، نہ چند ہی لمحے قبل اسی طاغوتی لیڈر اور ڈکٹیٹر کے اعتراف فضل وکمال اور تمغہ اعلیٰ ولازوال کا کوئی حوالہ، نہ اس پر مباحثہ نہ مناظرہ، نہ اتمام حجت، ایک طرف آپ صبر وضبط اور حلم وحکمت کے کوہ گراں تو دوسری طرف آپ ہمت وحوصلہ اور عزم وجزم اور حزم سے ہم دوش ثریا ہونے کا عملی اقدام اور''وانذر عشیرتک الاقربین ''اور مزید'' فاصدع بما تومر'' پر امتثال امر۔

کیا امت کے لیے سیرت طیبہ، اخلاق عالیہ، عزائم غالیہ اور مختلف نشیب و فراز سے دوچار ہوئی زندگی میں نہیں ہے کوئی سبق؟ اغلب یہ ہے کہ امت دقیق تحلیل وتجزیہ کے آئینہ میں ماقبل النبوت اور ماقبل ہجرت مدینہ منورہ کی سیرت طیبہ کو اپنانے کی زیادہ مستحق وضرورت مند ہے کہ عزم جو پہاڑوں کو پست وکوتاہ قد کردے اور صبر وحلم اور حکمت چٹانوں اور آسمانوں سے زیادہ مضبوط اور وسیع و عریض واقع ہو۔ اور بعض ناحیہ سے سیرت طیبہ کی مدنی زندگی، خصوصا بظاہر گھٹیا صلح، صلح حدیبیہ جس کو فتح مبین قرار دیا گیا۔ من جملہ یہ کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کو اقوام عرب ہی نہیں اقوام عالم سے ملنے، آمد ورفت رکھنے، نشست و برخواست کرنے، ہم کلام ہونے، بیع وشراء اور آزادانہ معاملات کرنے کے سلسلے میں مل بیٹھنے، ایک دوسرے کا دکھ درد جاننے، اپنے اخلاق وکردار کو پیش کرنے اور عملی وحقیقی دعوت دین وانسانیت دینے کا موقع کیا ملا کہ فتح مبین اور'' وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجاً '''اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھ لے''۔(سورہ النصر: ۲) کا سماں بندھنے اور مژدہ سنانے کا وہ چانس اور سنہری موقع مل گیا، جو آج بھی مسلمانان عالم کو حاصل ہے اور جس کی تلاش اور انتظار ہمارے لیے نمونہ کامل محمد رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔ ہم کو یہ دولت کئی طرح سے ملی ہوئی ہے۔ اس کو سبوتاژ کرنے کے لیے دنیا اور دشمنان انسانیت بے چین ہیں، نت نئے فلسفے بگھاڑ رہے ہیں، چالیں چل رہے ہیں، الجھا رہے ہیں، لڑا رہے ہیں، نفرتیں پھیلا رہے ہیں، ماحول کو جنگ وجدل میں بدل رہے ہیں اور ہمیں نفرت کا پتلا، عداوت کا سوداگر، دہشت گرد اور تشدد کا بیوپار کرنے والا، ظلم وستم کا بازار گرم کرنے والا، ستم گر اور انسانیت کا قاتل، دشمن اور غارت گر امن وسلامتی باور کرارہے ہیں اور ہم ہیں کہ صبر وہمت اور حکمت و عزم بالجزم نہ ہونے کی وجہ سے اپنا سب کچھ گنوا رہے ہیں، سب سے بڑی دولت امن، بھائی چارہ اور سکون واطمینان کو ختم کرکے ان کے ایجنڈے کو آگے بڑھا رہے ہیں اور اس سب سے اچھے ماحول دعوت الی اللہ کو حزبیت، عصبیت، مذہبیت اور مسلکیت کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں۔ سیرت طیبہ اور اسلاف کرام کی زندگیاں ہمیں بتاتی ہیں کہ وہ اقوام عالم کے دروں پر بے سروسامانی میں دولت ایمانی کو لے کر حاضر ہوئے تھے۔ آج دنیا اپنی علمی خوبیوں کی وجہ سے، یا اپنی لاکھوں ترقی کے باوجود بے چینی ولادینی کی وجہ سے، اپنے دین کے دین فطرت نہ ہونے اور مختلف افکار اور نظریات کی ماری ہونے کی وجہ سے، یا الحاد ودہریت کی وجہ سے، یا سب سے بڑی بات یہ کہ اسلام دشمنی میں اندھا ہوکر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ اور اسلاموفوبیا کا ہوا کھڑا کرنے کی وجہ سے خود ہماری طرف رجوع کررہی ہے۔ اور''لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا'' کے مصداق وہ خود مسلمانوں کی طرف اور ان کے نبی کی تعلیمات اور قرآن واسلام کی طرف آرہی ہے۔

لیکن اس نبی آخر الزماں نے کبھی مار کھا کر، کبھی اوجھڑیاں کو سر سے ہٹا کر، کبھی کانٹوں سے دامن بچا کر، قبائل کی دھتکار سن کر اور مار کھا کر، پتھروں کی بارش سے لہولہان ہوکر اور وادیوں میں ضربات سے زخم خوردہ اور نڈھال ہوکر

اگر کبھی کچھ کہا بھی تو بس یہی کہ ’’اللھم انصر الاسلام باحد العمرین‘‘ اور’’ صبرا آل یاسر فان موعدکم الجنة ‘‘ اور کبھی’’ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون‘‘ وغیرہ کہہ کرالتجائیں کررہے ہیں اور گالیاں سن کر دعائیں دے رہے ہیں۔ بلکہ ان دشمنان جان وایمان کی آنے والی زندگی میں ناکامی اورعذاب سے دہل کر اپنی حالت ایسی بنالی اورخیال ایسا جمالیا کہ رب کریم کو سات آسمان اوپر سے تلقین کرنی پڑی کہ مبادا ظالم قوم کی فلاح یابی کی چاہت میں خودکو ہلاک کربیٹھیں۔

’’فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا‘‘ ’’پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کرڈالیں گے۔‘‘ (الکھف:۶)

اور پھر مدنی زندگی میں ہرطرح سے غالب آنے کے بعد تمام ظالموں، فسادیوں ،انسانیت اور مسلمانوں کے قاتلوں اور مجرموں کو یہی نہیں کہ ’’لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء ‘‘ کہہ کر ہرطرح کی سرزنش اورسزا سے آزاد کردیا بلکہ مزید ان کی قدرومنزلت اوراحترام بڑھاتے ہوئے ان فسادیوں ،دہشت گردوں اور انسانیت کے دشمنوں کے گھروں کو جائے پناہ اورامن وامان کا بہ ایں بیان رحمت نشان گہوارہ قراردے دیا کہ ’’من دخل دار ابی سفیان فھو آمن ومن اغلق علیہ بابہ فھو آمن ‘‘۔(ابو داود) کہ جوبھی (اس وقت تک فسادیوں کے سرغنہ )ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے وہ بھی مامون ہےاور جواپنے گھروں گھسارہے وہ بھی مامون ہے۔

کیا تاریخ میں عفوعام اورانسانیت نوازی کی ایسی مثال ملتی ہے۔؟ ہرگزنہیں۔

اس لیے احترام انسانیت کے خوگر بنیے ،انسان دوستی کا پرچم بلند کیجیے ،انسانیت کے تحفظ کے لیے قربانی دینے کا جذبہ فراواں رکھیے،اعلی ظرفی کا عملی نمونہ پیش کیجیے، بندگان الٰہی کے لیے اپنا سینہ کشادہ کرلیجیے اور اپنے دل کے دروازے ان کے لیے کھول دیجیے ۔اس طرح اختلاف عقیدہ ومنہج اور رنگ ونسل کے باوجودایک ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی راہیں کھلیں گی، غلط فہمیاں دور ہوں گی ،کدورتیں ختم ہوں گی اور دوریاں مٹیں گی ، پھر آپ خود محفوظ ومامون ہوجائیں گے اور لوگ آپ کو خوف ودہشت کا پرتیک سمجھنے کے بجائے آپ کو امن وانسانیت کے مسیحا اور دوت سمجھنے لگیں گے۔ سیرت نبوی ہمیں یہی پیغام جاوداں دیتی ہے۔ اللھم صل وسلم علی محمد معدن الرحمۃ والانسانیۃ۔

☆☆☆

# شرائط حصول تصدیق نامہ

## مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جواعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اورانہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اورصوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’’ جریدہ ترجمان‘‘ (اُردو) ،ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘ (ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘ (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اورقدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

**نوٹ**: جوحضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

**دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند**

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

محمد ہشام الدین
ایڈمنسٹریٹو آفیسر جوڈیشیل، دہلی ہائی کورٹ

# دنیا پر مصنوعی ذہانت (AI) کے اثرات

Artificial Intelligence (مصنوعی ذہانت) بنی نوع انسان کی ترقی وارتقاء کی راہ میں ایک بہت بڑی کامیابی کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج تک انسانوں نے علم وسائنس کے میدان میں جتنے بھی اختراعات وایجادات کئے ہیں اور جتنی بھی تحقیق و تفتیش وتحلیل کے مراحل طے کیے ہیں ان سب میں AI ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ آگ کی کھوج سے لے کر کمپیوٹر اور جہاز کا سفر گرچہ اپنے آپ میں بہت ہی دلچسپ رہا ہے لیکن مصنوعی ذہانت کے سامنے اس طرح کی ساری چیزیں بہت ہی چھوٹی دکھائی دیتی ہیں۔

AI پر گرچہ تحقیق وتجزیہ کا کام برسہا برس سے ہوتا آرہا ہے لیکن پچھلے دو تین سالوں میں اس نے ہماری زندگی کے ہر شعبہ میں دستک دینا شروع کر دیا ہے۔ ہماری روزمرہ کی زندگی سے لے کر طب وصحت، تعلیم وتحقیق، وسائل نقل وحمل، صحافت و ثقافت، عدالت وانتظامیہ ومقنّنہ الغرض تمام شعبہ ہائے زندگی میں اس نے اپنے پیر جما لیے ہیں، ہم بہت ہی نامحسوس طریقہ سے آج پورے طور پر AI کے رہین منت ہو چکے ہیں۔ Alexa Siri, Google Assistant, Facebook, Instagram, Tiktok, Linkedih, Amazon, eBay, Flipkart, Netflix, Youtube, Sportify Myfitnesspal, Apple Health, Fitbit, Google Maps, Waze, Uber, Lyft, Google pay, Paypal, Duolingo, Coursera, جیسی سینکڑوں چیزیں ہیں جو ہماری زندگی میں داخل ہو چکی ہیں اور مستقل جگہ بنا چکی ہیں۔

آج AI نے پرائمری اسکول کے ادنیٰ طالب علم اور یونیورسٹی کے ڈاکٹریٹ کیے ہوئے پروفیسران کو اطلاعات کے معاملہ میں ایک صف میں لا کھڑا کر دیا ہے۔ جو اطلاعات پروفیسر صاحب کو میسر ہیں بالکل وہی جانکاریاں ایک واجبی سے پڑھے لکھے انسان کو بھی دستیاب ہیں۔ Information کی حد تک آج سارے انسان یکساں ہو کر رہ گئے ہیں۔ دنیا جہاں کی جانکاریاں آپ کی انگلیوں کے اشارے پر مل جارہی ہیں۔ دقیق سے دقیق موضوعات پر ہزار دس ہزار کے دلچسپ مقالات چند سیکنڈوں میں مل جارہے ہیں۔ آپ کو فقط کچھ Prompts لکھنے ہیں اور سیکنڈوں میں کوئی بھی Chatbot آپ کا مقالہ تیار کر دے رہا ہے۔ Chat GPT Claude, Meta AI, Google Gemini, Microsoft Copilot, Mistral, Perplexity, Replika, Einstein, Fin AI Agent, جیسے دسیوں آلے موجود ہیں جو میرے اس مقالہ کو بدرجہا بہتر ڈھنگ سے سکنڈوں میں لکھ سکتے ہیں۔ جو میں ابھی ہاتھ سے لکھ رہا ہوں، ساری چیزیں قصہ پارینہ بننے والی ہیں۔ اگلے چند مہینوں میں اس طرح کی کوئی بھی تحریر خود ہاتھ سے لکھنا دقیانوسی اور فرسودہ بات قرار دی جائے گی۔ لہٰذا اس تحریر کے معرض وجود میں لانے کے اور اسباب میں سے ایک یہ محرک بھی ہے کہ اگلے چند برسوں میں اپنے بچوں کو سنایا جاسکے کہ ہم اس دور کے انسان ہیں جب لوگ اپنے ذہن ودماغ کو استعمال کرتے ہوئے خود اپنے ہاتھوں سے بھی کچھ لکھ پڑھ لیا کرتے تھے۔ جو سفر AI نے پچھلے دس سالوں میں طے کیا ہے اگلے چند مہینوں میں اس سے زیادہ دوری طے کر لے گا۔ آج ہم بنا ڈرائیور کے گاڑیوں کو چلتے ہوئے دیکھ کر تعجب کرتے ہیں لیکن مستقبل قریب میں ڈرائیونگ سیٹ پر کسی شخص کا بیٹھا ہونا ہمیں مضحکہ خیز لگے گا۔

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی — دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

AI کی ناقابل یقین تیز رفتاری کو دیکھتے ہوئے ہماری زندگی پر پڑنے والے حالیہ اور مستقبل کے اچھے و برے اثرات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ AI کے اچھے اثرات میں سے امراض کی صحیح تشخیص، دواؤں کا درست اور انتخاب، عمل جراحی کی تقریبا صد فیصد درستگی، بار بار کیے جانے والے کاموں کی درستگی کے ساتھ بہت ہی کم وقت میں انجام دینا، چوبیس گھنٹے اپنی خدمات دیتے ہوئے دستیاب رہنا۔ اعداد وشمار کا تجزیہ وغیرہ ہیں۔ اس کے برعکس اس کے منفی اثرات میں AI کا انسانی جذبات و خیالات سے بالکل عاری ہونا، اس میں غلط ڈیٹا ڈالے جانے پر اس کا غلط نقطہ نظر پیش کرنا وغیرہ ہیں۔ بہر کیف یہ تو ساری چیزیں حالیہ AI کے اثرات ہیں لیکن مستقبل قریب میں جب AI زیادہ ترقی کرے گا اور اس لائق ہو جائے گا خود ہی اپنے فیصلے کر سکے اور اپنی خامیاں درست کرتے ہوئے اپنے آپ کو بنا کسی انسانی مداخلت کے خود ہی اپڈیٹ کر سکے پھر اس کی شکل کیا ہوگی؟ کیا یہ انسان کے ماتحت رہ کر کام کرنے اور اپنی راہ خود چنے گا۔

مثلاً آلات حرب وضرب اور اسلحہ جات میں AI نے جتنی ترقی کر لی ہے وہ اپنے آپ میں کسی کرشمہ سے کم نہیں۔ آج AI کی مدد سے کسی کے لئے ممکن ہے کہ پانچ دس ہزار کلومیٹر کی دوری سے بھی کسی نشانے کو بالکل حتمی طور پر برباد کر دیا جائے اور اس بات کو بھی یقینی بنایا جاسکے کہ آس پاس کی چیزیں بالکل محفوظ رہ جائیں۔ یہ ترقی کچھ کم نہیں لیکن AI کچھ دنوں میں اتنی ترقی کر لے گا کہ اپنے نشانے بھی خود ہی طے کرے اور اس پر حملہ کرنے نہ کرنے، وقت اور حالات کا فیصلہ بھی خود کرے۔ پھر کیا حالات ہوں گے؟ پھر کیا انسان کے لئے ممکن ہو سکے گا کہ بوتل سے نکلے اس جن کو پھر بوتل میں مقید کر سکے۔

انسان کو دوسری مخلوقات سے جو چیز ممتاز کرتی ہے وہ اس کی ذہانت اور قوت گویائی ہے۔ زبان کی مہارت اور سمجھ بوجھ کے معاملہ میں ہی انسان دوسری مخلوقات پر فوقیت لے جاتا ہے لیکن آج ان دونوں چیزوں میں ایک نئی چیز AI اس کو مات دینے والی ہے۔ زبان کی مدد سے ہی انسان دنیا جہاں کے کام کرتا رہا ہے۔ انسانوں نے علم وفن، سائنس وٹکنالوجی، قانون ومنطق، فلسفہ وسیاست، صحافت وثقافت کے ہزاروں دقیق اور نا قابل فہم مسائل زبان کی مدد سے حل کیا لیکن وہ زبان ہی اس سے چھننے والی ہے۔ آج تک یہی ہوتا رہا ہے کہ انسانوں نے انسانوں سے سیکھا اور انسانوں نے انسانوں کو سکھایا یا علم وفن کے نقل وبیان کے لئے زیادہ سے زیادہ کسی دستاویز، کتب ورسائل، اخبارات وجرائد، خطوط ومراسلات وغیرہ کا سہارا لیا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی کتاب نے دوسری کتاب کو جنم دیا ہو یا کسی مقالہ سے اپنے آپ دوسرا مقالہ تیار ہو گیا ہو۔ یہاں تک کہ آسمانی کتب کے سمجھانے اور لوگوں پر تطبیق کے لئے انبیاء ورسل کی بعثت ضروری سمجھی گئی جو خود انسان تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی آسمانی کتاب خود ہی لوگوں کے گھر پہنچ پہنچ کر یا انہیں سامنے پا کر خود ہی اپنے آپ کو پڑھنے لگی ہو اور لوگوں نے اس کو سن لیا ہو اور عمل کرنا شروع کر دیا ہو۔ لیکن آج یہ AI کی مدد سے بہت آسان کام ہے کہ یہ کوئی کتاب بھی لکھے اور لوگوں تک اس کو پہنچائے بھی۔ AI اس قابل ہو چکا ہے کہ لوگوں کے خیالات بدل دے، ان کے افکار ونظریات کا قلع قمع کر سکے اور انہیں اپنے مطابق ڈھال سکے۔ پھر کیا ممکن ہے کہ بنا مناسب تدارک کیے ہوئے دنیا میں موجودہ طرز حکومت یعنی جمہوریت برقرار رہ سکے۔ جمہوریت آزادیٔ رائے اور بحث ومباحثہ سے ہی فروغ پاتی اور زندہ رہتی ہے۔ اس AI کے دور میں یہ ممکن ہے کہ ایک وقت میں لاکھوں کروڑوں پروپیگنڈہ مواد آڈیو ویڈیو اور متن کی شکل میں تیار کر لئے جائیں اور instagram, Facebook, whato app, Google, Youtube, Twitter, Tiktok وغیرہ کی مدد سے انہیں بنا کسی روک ٹوک کے گھر گھر پہنچایا جا سکے۔

ان حالات میں وقت کی ضرورت ہے کہ حکومتیں AI کو لے کر سنجیدہ ہو جائیں اور سائنسدانوں کی مدد سے ان کے لئے مناسب قواعد وضوابط تیار کریں اور AI کو ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے پابند کریں۔ AI کو Regulate کرنے والے اصول وضوابط اگر نہیں بنائے گئے اور ان پر سختی کے ساتھ عمل نہیں کیا گیا تو بہت ممکن ہے کہ فائدہ کے بجائے یہ ہمارے لئے مہلک ثابت ہو۔ پھر اگر اس کے اغراض ومقاصد ہم سے میل نہیں کھائے تو کوئی ضروری نہیں کہ یہ ہماری بات سنے اور ہمارا کہا مانے۔ ذہانت، طاقت اور زود عمل میں انسان AI کے سامنے کہیں نہیں ٹک سکتا۔ ایک قوتِ فیصلہ اور شعور ہی ہے جو ابھی تک AI مکمل طور پر نہیں سیکھ سکا ہے اور جس دن یہ وہ بھی سیکھ لے گا پھر اپنے فیصلے خود کرے گا اور ہم اس کے رحم وکرم پر ہو کر رہ جائیں گے۔

(بقیہ صفحہ ۹ کا)

ہمارے معاشرے کو تباہ وبرباد کیا ہوا ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :**الحیاء شعبة من الایمان** حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے، شرم وحیاء کی توجہ دلائی جائے، بے شرمی کے نقصانات پر روشنی ڈالی جائے، بے حیائی کی جگہ سے روکا جائے، جب انسان کے اندر سے شرم وحیاء ختم ہو جاتی ہے تو انسان برائی میں ملوث ہو جاتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **ان مما أدرک الناس من کلام النبوة، اذا لم تستحی فاصنع ماشئت** (البخاری:۳۴۸۴)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا'' پیغمبروں کے کلام میں سے لوگوں نے جو پایا یہ بھی ہے کہ جب تجھ میں حیاء نہ ہو پھر جو جی چاہے کر۔

**شریعت کے متعین کردہ حدود سے غافل ہونا:** شریعت نے چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا، زنا قبل از دواج سو کوڑے اور بعد از دواج سنگ سار کیا جانا، شراب نوشی پر چالیس کوڑے وغیرہ سے ناواقفیت نے نوجوانوں کو تباہ کیا ہوا ہے ان حدود کی طرف خصوصی توجہ مبذول کیا جائے۔

**موت کا احساس ختم ہو جانا:** رب کا فرمان **کل نفس ذائقة الموت**، ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اس دنیا میں کسی کو بھی ہمیشہ نہیں رہنا ہے، یہ دنیاوی زندگی صرف فائدہ اٹھانے کی جگہ ہے، اصل زندگی تو موت کے بعد کی ہے، اس کی طرف خاص توجہ دلانا چاہیے۔

**قیامت کی ہولناکی اور اس دن کے سوال و جواب سے بے خبر رہنا:** قرآن نے کہا: **اقترب للناس حسابهم وهم فی غفلة معرضون** کہ لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا پھر بھی وہ بے خبری میں منہ پھیرے ہوئے ہیں، اس زندگی کے بعد اور ایک زندگی ہے جہاں پر اچھے برے ہر اعمال کا حساب دینا ہے، نوجوانوں سے خصوصی سوال.. **لا تزولوا قدما عبدایوم القیامة حتی یسئل عن خمس... عن شبابه فیما ابلاہ** (الترمذی:۲۴۱۷ حسن صحیح) قیامت کے روز بندے کے دونوں قدم رک جائیں گے یہاں تک کہ پانچ سوالات کے جوابات نہ دے دی جائیں، ان میں سے ایک، اے جوان شخص تو نے اپنی جوانی کو کہاں گزاری اور نیک صالح عبادت گزار کے لیے رب کے عرش کے سایے میں جگہ ملے گی **سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لا ظل الا ظله.. شاب نشأ فی عبادة الله** (صحیح بخاری) روز قیامت کوئی سایہ نہیں ہوگا سوائے رب کے سائے کے، ان میں سات طرح کے افراد کو جگہ دی جائے گی ان میں سے ایک وہ نوجوان ہوگا جس نے اپنی جوانی رب کی عبادت میں گزاری ہوگی سبحان اللہ۔

**موبائل کا کثرت استعمال:** موبائل سے ہمارے نوجوانوں کی اکثریت بگڑ رہی ہے، اس کا غلط استعمال، بیجا گیمس وغیرہ اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اللہ ہمارے نوجوان کو اصلاح کی توفیق عطا فرمائے آمین

# نوجوانوں کا بگاڑ: اسباب وعلاج

احسان الٰہی احمد مولوی سلفی
سامرود سورت گجرات

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بے شمار انعامات سے نوازا ہے، رب کا فرمان: وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لا تُحْصُوهَا إِنَّ الإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ [ابراہیم: ۳۴] اگر تم اللہ کے احسان گننا چاہو تو انھیں پورے گن بھی نہیں سکتے۔ یقیناً انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔ نوجوانی ایک عظیم نعمت ہے، جو نا قابل انکار حقیقت ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اغتنم خمسا قبل خمس پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت جانو، ان ہی میں سے ایک شبابک قبل هرمک قبل اس کے کہ تم کو بڑھاپا آ پکڑے جوانی کو غنیمت جان لو، (مستدرک حاکم صحیح ۷۸۴۶) نوجوانوں کو خصوصی نصیحت جوانی کے تعلق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرنا، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جوانی کے ایام کی اسلام کی نظر میں بڑی اہمیت ہے۔

حالت حاضرہ پر طائرانہ نظر ڈالنے سے ایک بات سامنے آتی ہے کہ ہمارے نوجوانوں کی اکثریت بگڑتی جارہی ہیں، ان کے بگاڑ کے اسباب کیا ہیں، کوئی بیماری جب آتی ہے تو اس کے اسباب تلاش کیے جاتے ہیں، اسباب کی دستیابی کے بغیر کسی بھی چیز کا علاج کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ ہم نوجوانوں کے بگاڑ کے اسباب اور اسکے علاج پر کچھ گفتگو کرتے ہیں۔

**رب کا خوف دل سے نکل جانا:** تقوی انسان کو بہت ساری برائی سے روکتا ہے، تقوی اختیار کرنے سے نوجوانوں میں رب کا خوف پیدا ہوگا، اور بگاڑ سے محفوظ ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ

اللہ کا فرمان ہے: يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ (لقمان: ۱۶) پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ (بھی) خواہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبردار ہے۔

**والدین کی اپنے بچوں کی تربیت پر عدم توجہی:** تربیت اولاد: اولاد کی تربیت یہ ایک اہم ذمہ داری ہے، بچپن سے لیکر جوانی کے مرحلے پر پہنچنے تک صحیح وغلط کی معرفت کرادیں اور تمیز کرنے کے قابل بنا دیں، اللہ کا واضح فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ [التحریم: ۶] اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجا لاتے ہیں۔

والدین پہلے اپنی اصلاح کریں اور پھر اپنے اولاد کی، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كل مولود يولد على الفطرة، فأبواه يهودانه، أو ينصرانه، أو يمجسانه، كمثل البهيمة تنتج البهيمة هل ترى فيها جدعاء (البخاری: ۱۳۸۵)

نبی ﷺ نے فرمایا ہر بچہ کی پیدائش فطرت پر ہوتی ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں بالکل اس طرح جیسے جانور کے بچے صحیح سالم ہوتے ہیں۔ کیا تم نے (پیدائشی طور پر) کوئی ان کے جسم کا حصہ کٹا ہوا دیکھا ہے۔ یہ حدیث پیغام دے رہی ہے کہ نوجوانوں کے بگاڑ کے کچھ ذمہ دار والدین بھی ہیں، جن کی درست تربیت نہ ہونے کی وجہ سے نوجوان غلط راہ پر چل پڑتے ہیں، گھر میں والد کا ڈکٹیٹری جمانا اور بچوں سے چین وسکون کا غارت کر دینا، ''زندہ رہو جوان رہو'' کے مصنف نوجوانوں کے بگاڑ کے اسباب میں لکھتے ہیں کہ انہیں گھر میں سکون نہ ملنا اور ہمیشہ والدین کی پھٹکار کا شکار ہونا، وہ ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے اپنے گھر سے باہر بدمعاشوں کی رنگت میں رنگ جاتے ہیں، اور وہ سارے کارنامے انجام دیتے ہیں، جو ان کو زیب نہیں دیتے۔

**تعلیم و تعلم سے دوری:** تعلیم انسان کو انسانیت سکھاتی ہے، جس سے ہمارے نوجوانوں کی اکثریت دور ہیں، تعلیم پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے، ہر ممکن کوشش ہونی چاہیے کہ ہمارے نوجوان ہر قسم کی تعلیم حاصل کریں، مثال کے طور پر ایک جانور جسے گائڈ کر دیا جائے تو وہ بھی اپنی سیدھی راہ پر چلتا ہے بیل کو کھیت کی جتائی کی تعلیم دی جائے تو وہ تعلیم کے مطابق ہی زندگی گزارتا ہے، کتے کو تعلیم دی جائے تو اس کا شکار بھی حلال ہو جاتا ہے، اسلام نے سب سے زیادہ تعلیم پر توجہ دی ہے، اس سے ہمارے نوجوانوں کو مالا مال کیا جائے۔

**بے شرمی و بے حیائی کی طرف میلان:** بے حیائی نے

(بقیہ صفحہ ۸ پر)

تحریر: شیخ ابراہیم بن عبداللہ المزروعی

# علماء سے برتاؤ کے ضابطے (۱)

ترجمہ: عبدالمنان شکراوی، دہلی

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ (مسند احمد) یعنی اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کو امت محمدیہ تک پہنچانے، اسے تعلیم دینے، رہنمائی کرنے اور حلال وحرام کی حدود کو بیان کرنے کی ذمہ داری علماء کی ہے۔ لہٰذا امت مسلمہ کے ہر فرد کے لیے لازم وضروری ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کے کاموں میں ان کی مدد کرے، اس راستے میں آنے والی مشکلات کو دور کرنے میں ان کا معاون بنے۔ سلف صالحین کا یہی معمول تھا اور وہ اس میں کسی قسم کی تساہلی وکوتاہی کو ناروا سمجھتے تھے۔

علماء کے مقام ومرتبے سے متعلق لوگوں کی مختلف رائے ہیں: بعض کہتے ہیں کہ علماء دیگر لوگوں کی طرح ہی ہیں، ان کا کوئی خاص مقام ومرتبہ نہیں ہے۔ ایسے لوگ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور انہوں نے دین ومذہب کو تتر بتر کر دیا ہے۔ کچھ لوگوں نے انہیں نفوس قدسیہ قرار دے کر انہیں ان کے مرتبہ سے بھی اوپر اٹھا دیا پھر ان کی مطلق تقلید کرنے لگے، ان کے اقوال کو نصوص کا درجہ دے دیا اور شرعی نصوص تک کو ٹھکرا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ افراط وتفریط کا شکار ہوگیے۔ کچھ لوگوں نے ان کو صحیح مقام ومرتبہ تو دیا لیکن ان کے ساتھ سلف صالحین جیسا صحیح رویہ اختیار نہیں کیا۔ اور کچھ لوگ واقعی راہ ہدایت واستقامت پر گامزن ہوئے، انہوں نے علماء کے مقام ومرتبہ کو پہچانا اور سلف صالحین کے فہم کے مطابق ان کے راستے پر چلے۔

اسلام میں علماء کے مقام ومرتبے اور امت پر ان کی فضیلت واہمیت کو پہچاننا بہت ضروری ہے تبھی تو علم کی اہمیت ہم پر آشکارا ہوگی اور علم کی سیڑھیاں چڑھتے چلے جائیں گے۔ مسلمانوں کے اندر اتفاق واتحاد کی فضا قائم ہوگی کیونکہ حقیقی علم حاصل ہو جائے گا تو کتاب وسنت کے شیدائی بن جائیں گے اور مسلمانوں کی اجتماعیت کی اہمیت کو سمجھیں گے۔

**علماء کون ہیں؟**: علماء وہ ہیں جو شریعت کے امور سے واقف ہیں اور انہیں دین کی سمجھ ہے علاوہ ازیں وہ عالم ہونے کے ساتھ ہی ساتھ علی وجہ البصیرۃ اپنے علم پر عامل بھی ہیں۔ علماء ہی شریعت کے فقیہ ہیں جن کے اقوال عوام الناس کے درمیان فتویٰ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ علماء کا طبقہ ہی ہے جسے دین سیکھنے پھر دعوت کی انجام دہی کا قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے۔ علماء کا امت کے اندر اعتبار رہے، وہ اہل سنت والجماعت اور سلف صالحین کے پیروکار ہیں۔ اس کے برعکس اہل بدعت وضلالت اور جنہوں نے علم کو عیش پرستی کا ذریعہ بنایا اور شکل وصورت، انداز گفتگو میں علماء کی نقل کر کے علماء بننے کی کوشش کی، یہ علماء نہیں بلکہ علماء کے نقلچی ہیں۔

علماء اپنے علم سے پہچانے جاتے ہیں۔ شکوک وشبہات کے موقعہ پر جبکہ اچھے اچھوں کی عقل ماری جاتی ہے، ان کے قدم ڈگمگا نہیں جاتے۔ امام ابن القیم الجوزیہ ؒ فرماتے ہیں: اگر پختہ علم رکھنے والے عالم کے سامنے سمندر کی موجوں کی تعداد میں بھی شکوک وشبہات آجائیں تب بھی وہ اس کے یقین وایمان کو متزلزل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس کا علم مضبوط ہے، شبہات اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اگر شکوک وشبہات پیدا ہو بھی جائیں تب بھی علم کی طاقت وقوت اس کو پسپا کر دے گی۔ (مفتاح دار السعادۃ)

دعوت وتبلیغ اور اللہ کے راستے میں اپنے اوقات صرف کرنا علماء کی پہچان ہے۔ عبادات کی انجام دہی اور اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف ان کے اندر پایا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاء (فاطر: ۲۸) یعنی ”بندگان الٰہی میں اللہ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں۔“ ان کا زہد وورع یعنی دنیا سے بے رغبتی جگ ظاہر ہوتی ہے۔ ان کی ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ ہمعصر علماء ان کے علم کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ ایک عالم کے علم کی گواہی اس کے دروس، فتاویٰ اور تالیفات دیتی ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کسی آدمی کے لیے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے آپ کو کسی کام کا اہل سمجھے یہاں تک کہ وہ اپنے سے زیادہ علم رکھنے والے سے دریافت نہ کر لے۔ اور میں نے فتویٰ نہیں دیا یہاں تک کہ میں نے ربیعہ اور یحییٰ بن سعید سے دریافت نہ کر لیا۔ اگر انہوں نے مجھے روکا تو میں باز آگیا۔ (صفۃ الفتویٰ والمستفتی)

انہوں نے یہ بھی فرمایا: جو شخص بھی مسجد میں حدیث بیان کرنے اور فتویٰ دینے کے لیے بیٹھے، وہ اہل فضل وصلاح سے مشورہ کر لے۔ میں اس کام کے لیے تبھی بیٹھا جب ستر اہل علم مشائخ نے گواہی دی کہ میں اس کا اہل ہوں۔ (دیباج لابن فرحون)

**علماء اور علماء نما لوگوں کا فرق:**

**(الف) علماء اور پڑھے لکھے لوگوں کا فرق**: اس زمانے میں پڑھائی لکھائی عام ہوگئی ہے اور کتابوں کی بہتات ہے جس کی بنا پر پڑھے لکھے لوگوں کی ایک جماعت وجود میں آگئی ہے۔ پڑھے لکھے لوگوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو اچھی طرح پڑھ لیتے ہیں اور جو ان کی جانب لکھا جاتا ہے، اسے وہ پڑھ سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے لوگ آخری زمانے میں پائے جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جس میں پڑھے لکھے لوگوں کی کثرت ہوگی لیکن دین کی صحیح سمجھ نہ ہوگی۔ اصل علم نہ رہے گا اور قتل وخونریزی کی کثرت ہوگی۔ (المعجم الاوسط

للطبرانی، حاکم)

شیخ حمود تویجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے زمانے میں یہ چیزیں وجود پذیر ہوچکی ہیں کیونکہ علم ومعرفت والے فقہاء کم ہوگیے ہیں اور مدارس کی کثرت کے باعث بڑے چھوٹے، مرد وعورت سب پڑھ لکھ گیے ہیں۔(اتحاف الجماعۃ)

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بظاہر لوگوں کی علم سے نسبت ہوگئی ہے لیکن تھوڑے بہت کے علاوہ اکثریت کے اندر علم کی پختگی نہیں ہے اور انہیں لوگ عالم سمجھتے ہیں۔(سیر اعلام النبلاء)

عالم وہ ہوتا ہے جسے اسلام کی عام تعلیمات کی سوجھ بوجھ اور شرعی احکام کی مجمل معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جس نے شرعی علوم کو پڑھا ہوتا ہے، علمی مسائل سے اس کا واسطہ پڑا ہوتا ہے اور نصوص کتاب وسنت کی سمجھ کا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں شریعت کے مقاصد اور عام مقاصد کی اسے معرفت حاصل ہوتی ہے۔

**(ب) علماء، خطباء اور واعظین کا فرق:** ہر مقرر عالم نہیں ہوسکتا۔ کتنے ہی واعظین اپنی اچھی گفتگو اور میٹھی میٹھی باتوں سے لوگوں کے دلوں کو لبھالیتے ہیں جبکہ ان کے پاس علم کچھ بھی نہیں ہوتا۔ باتیں بنانے کا گر حاصل ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے پاس علم بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم ایسے زمانے میں ہو جس میں فقہاء تو بہت ہیں لیکن خطباء کی کمی ہے۔ تمہارے بعد ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں فقہا یعنی دین کی سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگ کم اور مقررین زیادہ ہوجائیں گے۔(الادب المفرد)

**علماء کا مقام ومرتبہ:** شریعت اسلامیہ نے علماء کا مقام ومرتبہ بہت بلند وبالا رکھا ہے اور انہیں احکام الٰہی کا واقف کار قرار دیا ہے۔ شریعت نے ان کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تابع رکھا ہے۔ جس کے بے شمار دلائل ہیں:

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ (النساء:۵۹) ترجمہ: ''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی تفسیر کے ذیل میں فرماتے ہیں: اس کا ظاہری معنیٰ (واللہ اعلم) یہ ہے کہ یہ عام ہے اور علماء وامراء میں سے ہر صاحب اختیار (اقتدار) کو شامل ہے۔(تفسیر ابن کثیر)

(۲) فَاسْأَلُواْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُون (الانبیاء:۷) ترجمہ: ''تو اہل علم سے پوچھ لو اگر خود تمہیں علم نہ ہو۔'' (۳) قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (الزمر:۹) ترجمہ: ''بتاؤ تو علم والے اور بے علم کیا برابر ہیں؟'' (۴) إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاء (فاطر:۲۸) ترجمہ: ''اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔'' (۵) لوگوں میں، اہل علم برائی اور برائی کے دروازوں کو سب سے زیادہ جانتے اور پہچانتے ہیں۔ (۶) علماء، انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام کے بعد انسانوں میں انہیں سب سے زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ (۷) اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔(بخاری ومسلم)

جب علماء کا یہ مقام ومرتبہ ہے تو اس سلسلے میں چند باتوں کی واقفیت ضروری ہے:

(أ) علماء کے مقام ومرتبہ کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں کوئی مقدس مخلوق تصور کیا جائے اور ہم بھی بنی اسرائیل کی طرح ہو جائیں جنہوں نے اپنے علماء کو اللہ کے علاوہ رب مان لیا تھا۔ بلکہ اہل حق میں ہم درمیانی راہ پر گامزن ہیں کہ ان کے مقام ومرتبے کا خیال رکھتے ہیں، انہیں معصوم عن الخطا نہیں مانتے اور ان کی فرمانبرداری اس لیے واجب وضروری سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کا راستہ ہیں۔ اسی لیے تو ہمارے ائمہ کرام سے اپنے متبعین کے سلسلے میں اس بات کی صراحت ثابت ہے کہ اگر ان سے خلاف شریعت کسی امر کا صدور ہوجائے تو ایسی صورت میں ان کی اطاعت نہیں۔(الاعتصام)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ (ابن عابدین)

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: میں انسان ہی ہوں، غلطی بھی کرتا ہوں اور میری بات درست بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا میری رائے کو دیکھو جو کتاب وسنت کے مطابق ہو، اسے لے لو ورنہ ترک کردو۔(ابن عبدالبر)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کسی کی بھی بات کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔ میں بھی کوئی بات کہوں یا کوئی اصول بناؤں اور اس کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان موجود ہو تو صحیح بات وہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور وہی میری بات بھی ہے۔(اعلام الموقعین)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: اوزاعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کی رائے تو رائے ہے اور وہ سب میرے نزدیک رائے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں بلکہ دلیل تو احادیث ہیں۔(ابن عبدالبر)

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ائمہ مجتہدین کے اقوال کی اتباع واجب نہیں اور ان کی مخالفت کرنے والے کو نہ کافر کہا جائے گا اور نہ فاسق۔ کیونکہ ان ائمہ نے نہیں کہا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے بلکہ فرمایا: ہم نے اجتہاد کیا تو جو چاہے اسے قبول کرلے اور جو چاہے رد کردے۔(الروح)

(ب) علماء سے استفادہ کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ محض علم اور علمی مسائل تک محدود نہیں بلکہ ان سے ظاہری رکھ رکھاؤ، عادات واطوار اور عملی تطبیق بھی سیکھی جاتی ہے۔ اور یہ سب ان کی صحبت سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

علماء کے سلسلے میں لوگوں کا نظریہ، اس موضوع کی اہمیت، علماء سے ہماری مراد، علماء کی معرفت اور علماء کے مقام ومرتبہ سے جب ہم واقف ہوگیے ہیں تو ضروری ہے کہ ان سے برتاؤ کے قواعد وضوابط بھی جان لیں جنہیں آئندہ سطور میں واضح کیا جائے گا۔ ان شاءاللہ (جاری)

ترجمہ وتلخیص: مولانا عزیز احمد مدنی
استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، نئی دہلی

تحریر: ڈاکٹر عبداللطیف بن عبدالعزیز آل الشیخ

# خواتین کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعامل وسلوک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے بہترین قدوہ، نمونہ اور آئیڈیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا (الاحزاب:۲۱) ''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور یوم آخرت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ عورتوں کے ساتھ معروف انداز میں مل جل کر رہا جائے۔ چنانچہ فرمایا: وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (النساء:۱۹) تم ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بود وباش رکھو۔

حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر (۲/۲۴۲) میں فرماتے ہیں کہ اپنی استطاعت وقدرت کے مطابق تمہاری گفتار ان کے لئے پاکیزہ اور صاف ستھری ہو۔ تمہارا رویہ اور تمہارے افعال بہتر ہوں، ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ بہتر سلوک کا تم ان سے امید رکھتے ہو۔ تم ان کے ساتھ اسی طرح کا سلوک وبرتاؤ کرو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (البقرہ:۲۲۸)

''اور عورتوں کے بھی ایسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: خيركم خيركم لأهله وأنا خير لأهلي (رواہ الترمذی:۳۸۹۵) وقال حدیث حسن صحیح

یعنی تم میں سب سے اچھا وبہتر شخص وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہتر ہو، اور میں اپنے اہل کے لئے اچھا وبہتر ہوں۔

خندہ روئی اور حسن معاشرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق میں سے رہا ہے۔ آپ اپنے اہل سے دل لگی وخوش طبعی فرماتے، اور ان سے نرمی وشفقت کا برتاؤ کرتے۔ ان پر وسعت وفراخی سے خرچ کرتے، اپنی ازواج کے ساتھ خوش کلامی فرماتے، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مسابقت فرماتے، اس سے ان کے ساتھ اظہار الفت ومحبت مقصود ہوا کرتا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوڑ میں مجھ سے مسابقہ کیا، میں سبقت کر گئی، کیونکہ میرا بدن ہلکا اور چھریرا تھا، پھر بعد میں ہم نے مقابلہ کیا، میرا جسم کچھ بھاری ہو گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر سبقت کر گئے۔ تو آپؐ نے فرمایا: یہ پہلے کا بدلہ ہے۔ (ابوداؤد:۲۵۷۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ خیر وبھلائی کا معاملہ کرنے کی وصیت اور تاکید فرمائی ہے۔ بخاری (۳۳۳۱) اور مسلم (۱۴۶۸) کی روایت ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کی بابت میری نصیحت قبول کرو، میرا حکم مانو، عورتیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں پسلی کا اوپری حصہ ٹیڑھا ہوتا ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو تو وہ ٹوٹ جائے گا اور اگر اسے چھوڑ دو تو ٹیڑھا رہ جائے گا۔ لہٰذا عورتوں کی بابت وصیت مانو، تسلیم کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کی فطری غیرت کا لحاظ اور اس کی رعایت فرماتے، بخاری (۵۲۲۵) کی روایت ہے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں میں سے کسی کے پاس تھے۔ امہات المومنین میں سے کسی نے ایک رکابی (پلیٹ) میں کھانے کا سامان بھیجا، تو اس خاتون جس کے گھر میں آپ تشریف فرما تھے غیرت میں مبتلا ہو کر خادم کے ہاتھ پر ایسی زوردار ضرب لگائی کہ پلیٹ ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی اور ریزہ ریزہ ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پلیٹ کے ٹکڑے جمع کئے اور پھر اس طعام کو اکٹھا کیا جو پلیٹ میں تھا۔ آپ ارشاد فرماتے رہے ''غارت امکم'' تمہاری ماں کو غیرت آ گئی، پھر خادم کو روکا، اور اس خاتون کے گھر سے ایک رکابی (پلیٹ) منگوایا اور صحیح وسالم پلیٹ اس خاتون کو بھجوایا، جس کی پلیٹ ٹوٹ گئی تھی اور ٹوٹے ہوئے پلیٹ کو اس خاتون کے گھر چھوڑا جس نے پلیٹ توڑی تھی۔

مسلم (۲۸۱۵) کی روایت ہے عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب میرے پاس سے میرے کمرے سے نکلے۔ تو مجھے کچھ غیرت سی آئی، جب آپ واپس آئے اور میری غیرت وناگواری کو آپ نے محسوس کیا۔ تو گویا ہوئے، عائشہ کیا بات ہے؟ کیا تمہیں غیرت آ گئی؟ میں نے عرض کیا بھلا مجھ جیسی خاتون کو آپ جیسے پر غیرت کیوں نہ آئے، پھر فرمایا: کیا تمہارا شیطان تمہارے پاس آ گیا تھا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میرے ساتھ شیطان ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں نے پوچھا اور ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے؟ فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا: آپ کے ساتھ بھی اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: ہاں، البتہ میرے رب نے اس پر میری اعانت کی ہے اور مجھے اس سے محفوظ رکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے ساتھ نہایت وفادار تھے۔ حتی کہ ان کی

وفات کے بعد بھی وفا کرتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ رضی اللہ عنہا کو کثرت سے یاد فرمایا کرتے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان پر غیرت آنے لگی۔ بخاری (۳۸۱۸) اور مسلم (۲۴۳۵) کی روایت ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں کسی پر اتنا غیرت نہ آئی جتنا کہ خدیجہ پر حالانکہ میں نے انھیں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھیں کثرت سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ بسا اوقات بکری ذبح کی جاتی اور اس کے ٹکڑے بنائے جاتے اور پھر خدیجہ کی سہیلیوں کے گھر بھجواتے، بسا اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی کہہ دیا کرتی کہ لگتا ہے خدیجہ جیسی خاتون دنیا میں نہیں رہی ہے۔ تو اس پر آپ کا جواب ہوتا۔ انها كانت، و كانت، و كان لي منها ولد بیشک وہ ایک خاتون تھیں اور میری اولاد انھیں کے بطن سے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے ساتھ ملاطفت فرماتے، ان سے حوار و گفتگو کرتے باتیں شیر کرتے، عورتوں پر طاری ہونے والے احوال واسباب یعنی غضبنا کی ناراضگی، مزاج کی تبدیلی وعدم استواری کا لحاظ اور اس کی رعایت فرماتے، یہ ناراضگی ومزاج کی تبدیلی یا تو طبعی وفطری ہوتی، یا غیرت کے سبب یا حیض ونفاس وغیرہ دیگر عوارض واسباب جو عورتوں پر طاری ہوا کرتے ہیں۔ (بخاری ۵۲۲۸) اور مسلم (۲۴۳۹) کی روایت ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اچھی طرح جانتا و سمجھتا ہوں کہ تم مجھ سے کب خوش اور کب ناراض ہوتی ہو، میں نے عرض کیا آپ کیسے سمجھ لیتے ہیں؟ فرمایا: جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو تم لا ورب محمد کہتی ہو، اور جب تم ناراض ہوتی ہو تو لا ورب ابراهيم کہتی ہو۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں، اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میں صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں، بس۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورت کے احوال نشیب وفراز اور ان کی عمر کا بھی پاس وخیال فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری: ۶۱۳۰) اور مسلم (۲۴۴۰) کی روایت ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: میں کم سن تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لڑکیوں کے ساتھ کھیلتی تھی۔ میری سہیلیاں میرے ساتھ کھیلتیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاتے تو وہ آپ سے چھپ جایا کرتیں۔ پھر آپ انھیں میری طرف بھیج دیا کرتے اور وہ میرے ساتھ کھیلا کرتیں۔

بخاری (۲۴۱۸) اور مسلم (۱۴۷۹) کی روایت ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اس بات کا متمنی اور حریص رہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے دریافت کروں کہ آیت کریمہ إِن تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ازواج نبی میں سے کن دو خواتین کی بابت نازل ہوئی، چنانچہ انھوں نے فرمایا: ابن عباس :تمہارے لئے یہ انتہائی قابل تعجب بات ہے، وہ عائشہ اور حفصہ (رضی اللہ عنہا) ہیں

اور پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب رہا کرتے تھے۔ لیکن جب ہم انصار کے پاس آئے تو اس قوم پر ان کی عورتیں غالب ہوا کرتی تھیں۔ ہماری خواتین انصاری خواتین کا یہ طریقہ اپنانے لگیں۔ میں نے اپنی بیوی کو ڈانٹا اور دھمکایا، تو وہ مجھ سے بحث وتکرار پر آمادہ ہوگئی، میں نے اس کی بحث کو ناگوار و ناپسند کیا، تو اس نے کہا کہ آپ میرے بحث ومراجعہ کو ناپسند کیوں کرتے ہیں؟ اللہ کی قسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج بھی آپ سے بحث وتکرار کرتی ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک آج رات کی آمد تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجر وعلاحدگی کر سکتی ہے۔ اس بات نے مجھے خوف زدہ کر دیا۔ میں نے سوچا، جس نے ایسا کیا وہ زبردست خسارے میں ہے پھر میں نے اپنا لباس زیب تن کیا اور حفصہ کے پاس پہنچا اور پوچھا: حفصہ کیا تم میں سے کسی نے ناراض ہو کر آج رات تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علاحدگی کا قصد کر رکھا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں، میں نے کہا: تمہارے لئے بربادی ہو، کیا تم اس بات سے مامون ہو کہ رسول کی ناراضگی وغضب سے اللہ جل شانہ ناراض نہ ہوگا اور تم ہلاک وبرباد ہو جاؤ، دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی زائد چیز کی مانگ نہ کرو اور نہ ہی کسی چیز میں بحث وتکرار کرو، اور نہ ہی علاحدگی، تمہیں جو چیز چاہیے مجھ سے طلب کرلو، مجھ سے مانگ لو۔

## اسلام میں عورت کی تکریم وعزت افزائی

اسلام نے عورت کے حقوق پر پوری توجہ دی، ان کا رتبہ بلند کیا۔ ان کی فطری وتخلیقی تکوین کے مناسب جملہ کامل حقوق مرحمت کیا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الملک:۱۴) کیا وہی نہ جانے جس نے پیدا کیا، پھر وہ باریک بیں اور باخبر بھی ہو۔

بخاری (۴۹۱۳) اور مسلم (۱۴۷۹) کی روایت ہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم ہم جاہلیت کے دور میں عورت کو کوئی مقام نہیں دیتے تھے۔ تا آنکہ اللہ تعالی نے ان کی بابت آیات نازل فرمائیں اور ان کے لئے حصے مقرر اور تقسیم فرما دیئے۔

اسلام سے قبل جاہلیت میں عورت کا یہ حال تھا، اسلام نے اس کو عزت وکرامت عطا کی، ماں، بیوی، بیٹی اور بہن وغیرہ کی حیثیت سے اس کی تکریم اور عزت افزائی کی۔

**اسلام میں ماں کا رتبہ ومقام**: اسلامی شریعت میں ماں کا ایک عظیم مقام اور بلند رتبہ ہے جو درجہ ومقام کسی دوسرے کو حاصل نہیں، اس کی حیثیت ایک بلند اور عالی چوٹی جیسی ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے اس کے ساتھ بر واحسان کا حکم فرمایا ہے۔ ماں کے ساتھ حسن سلوک کو اپنی وحدانیت جیسی عظیم عبادت کے ساتھ جوڑ رکھا ہے۔ اوران کے ساتھ بدسلوکی اور عقوق ونافرمانی کو حرام قرار دیا ہے۔ اللہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيماً وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً (الاسراء۲۳۔۲۴)

تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا، اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا، اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں، تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انھیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا، بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا، اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رکھنا، اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انھوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

نیز فرمایا: وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْناً وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (العنکبوت:۸) ''ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے ہاں اگر وہ یہ کوشش کریں کہ آپ میرے ساتھ اسے شریک کرلیں جس کا آپ کو علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مانئے۔ تم سب کا لوٹنا میری طرف ہے پھر میں ہر اس چیز سے جو تم کرتے تھے تمہیں خبر دوں گا۔

اور فرمایا: وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْناً عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ (لقمان:۱۴)

ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دے رکھا ہے کیونکہ اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر حمل میں رکھا، اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے اس لئے تم میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کرو، تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

اور فرمایا: وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَاناً حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهاً وَوَضَعَتْهُ كُرْهاً وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْراً حَتَّى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (الاحقاف:۱۵) ''اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے اسے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا، اور تکلیف برداشت کرکے اسے جنا، اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس ماہ کا ہے۔ یہاں تک جب وہ اپنی پختگی اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا، اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے۔ اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے۔ اور تو میری اولاد بھی صالح بنا، میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

بخاری (۵۹۷۱) اور مسلم (۲۵۸۴) کی روایت ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری حسن صحبت کا سب سے زیادہ حق دار لوگوں میں سے کون لوگ ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں، پوچھا پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں، پوچھا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں، کہا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا: پھر تمہارا باپ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کے رتبہ اور کرامت شان کو اجاگر کرتے ہوئے اس کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت تین مرتبہ مکرر فرمائی۔

**اسلام میں بیوی کی عزت وتکریم:** اسلام نے عورت کو بیوی کی حیثیت سے عزت وتکریم بخشی ہے۔ خاوند کو اس کے ساتھ خیر وبھلائی کی تلقین ووصیت کی ہے۔ اس کے ساتھ حسن معاشرت اور احسان کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (النساء:۱۹) ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بودوباش رکھو۔

بخاری (۵۱۸۶) اور مسلم (۱۴۶۸) کی روایت ہے۔ الفاظ مسلم کے ہیں، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استوصوا بالنساء خيرا ''عورتوں کے ساتھ خیر وبھلائی کا معاملہ کرو اور میری وصیت کو قبول کرو۔

اسلام نے یہ آگاہی دی ہے کہ ایک بیوی کا اس کے خاوند پر حق اسی طرح ہے جس طرح کہ خاوند کا بیوی پر حق ہے۔ مگر خاوند کا حق بیوی پر ایک درجہ بڑھا ہوا ہے کیونکہ عورت کا نان ونفقہ نیز اس کے دیگر حوائج وضروریات کی ذمہ داری خاوند پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (البقرہ:۲۲۸)

''اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ، ہاں مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر عورتوں کے تئیں وصیت فرمائی، جیسا کہ صحیح مسلم (۱۲۱۸) میں منقول ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاتقوا الله في النساء فانكم أخذتموهن بأمان الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله یعنی عورتوں کی بابت اللہ سے ڈرو، تم نے انھیں اللہ کی امانت سمجھ کر اپنایا ہے اور اللہ کے کلمہ وحکم سے

ان کی شرمگاہوں کو حلال سمجھا ہے۔

امام نوویؒ شرح مسلم (۸/۱۸۳) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ حدیث کے اس ٹکڑے میں عورتوں کے حقوق کی رعایت پر حث وترغیب ہے، اور ان کے ساتھ معروف وبھلائی کے ساتھ حسن معاشرت کی وصیت وتلقین ہے۔ عورتوں کے حقوق اور ان کی بابت وصیت کی تلقین نیز ان کے حقوق کی تقصیر پر تنبیہ وتحذیر سے متعلق بہت سی صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں۔

**اسلام میں بیٹی کی تکریم وعزت:** اسلام نے ایک بچی کی بھی تکریم کی ہے اس کے حقوق متعین کئے ہیں، صغرسنی میں اس کے حقوق کی صیانت وحفاظت کا حکم دیا ہے۔ بلکہ جب وہ شکم مادر میں ہو تو اس کے حقوق کی حفاظت یوں کی ہے کہ اگر اس کی ماں کو طلاق ہو جائے، اور وہ حاملہ ہو، تو اسلام نے باپ پر یہ واجب کیا ہے۔ کہ حمل کی مدت تک ماں کا خرچ اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق:٦)

اگر وہ حمل سے ہوں تو جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے انھیں خرچ دیتے رہا کرو۔

اسی طرح ولادت کے بعد اسلام نے مولودہ (بچی) کی رضاعت، دیکھ بھال، حسن تربیت، نفقہ وکسوہ جیسے حقوق کی بھی حفاظت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَعلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (البقرہ:۲۳۳)

مولود لہ یعنی باپ پر جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا اور لباس ہے جو معروف ودستور کے مطابق ہو۔

مولود (خواہ لڑکا ہو یا لڑکی) کے مابین کوئی تفریق نہیں کی، دور جاہلیت میں رائج لڑکیوں کے زندہ درگور کئے جانے کے جرم کی مذمت کی اور اس سے منع کیا، بلکہ لڑکیوں کی حسن تربیت اور ان کی بہترین پرورش پر اجر عظیم اور ثواب جزیل کی رغبت کے ساتھ بشارت دی۔ صحیح بخاری (۱۴۱۸) کی روایت ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک خاتون میرے پاس کچھ مانگنے کے لئے آئی، اس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں، میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہیں ملا، میں نے اسے دیدیا۔ اس نے اس کھجور کو ان دونوں بیٹیوں کو بانٹ کھلایا، خود نہ کھایا، پھر اٹھی اور چلی گئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے، میں نے آپ کو اس کی خبر دی تو آپ ؐ نے فرمایا: ان بچیوں کی پرورش وپرداخت میں جو آزمائش سے گذرا، یہ بچیاں بروز قیامت اس کے لئے جہنم سے آڑ ہوں گی۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں اپنی مجاورت وپڑوسی کا سبب قرار دیا، صحیح مسلم (۳۶۳۱) کی روایت ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دو بچیوں کی پرورش کی تا آنکہ وہ بالغ ہو گئیں تو بروز قیامت وہ اور میں یعنی ہم دونوں ایک ساتھ ہوں گے۔ اور آپ ؐ نے دو انگلیوں کو ایک دوسرے سے ضم کر کے اس طرح اشارہ فرمایا۔

**اسلام میں بیواؤں کی تکریم:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ خواتین کے حالات ومعاملات اور حوائج وضروریات کی نگہداشت کرنے والوں کا درجہ ومقام مجاہد فی سبیل اللہ کے رتبہ کے مساوی قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری (۵۳۵۳) اور صحیح مسلم (۲۹۸۲) کی روایت ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کی حاجت براری کرنے والے کی مثال مجاہد فی سبیل اللہ جیسی ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ جملہ فرمایا: اس تہجد گذار جیسی ہے جو عبادت سے تھکتا نہیں ہے اور اس صائم کے مانند ہے جو افطار نہیں کرتا۔

اسی طرح اسلام نے عورت کی تکریم وعزت افزائی بحیثیت بہن، پھوپھی، خالہ کے بھی کی ہے۔ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا واجب اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ عورت کو حق احسان اور حق صلہ رحمی عطا کر کے رضاء رحمٰن کا موجب قرار دیا۔ صحیح بخاری (۵۹۸۸) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ''رحم'' اللہ کے نام رحمٰن سے مشتق اور اس کا ایک حصہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو تمہیں جوڑے (صلہ رحمی کرے) میں اسے جوڑوں گا، اور جو تمہیں قطع کرے (رشتہ داری سے قطع تعلق کرے) تو اسے قطع کر دوں گا۔

**اسلام میں لونڈی کی عزت بخشی:** عورتوں کے تئیں اسلام کی رحمت اور وصیت کا دائرہ اس قدر وسیع اور دراز ہے کہ لونڈیاں بھی اس میں شامل ہیں۔ صحیح بخاری (۹۷) اور صحیح مسلم (۱۵۴) کی روایت ہے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین اشخاص ایسے ہیں جن کے لئے دوہرا اجر وثواب ہے۔ ایک وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہے۔ وہ اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا۔ دوسرا وہ غلام جو اللہ کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے مالک وآقا کا حق ادا کیا۔ تیسرا وہ شخص جس کے پاس کوئی لونڈی ہو۔ اس نے اس کی بہترین تربیت کی اور حسن تعلیم سے آراستہ کیا پھر اسے آزاد کر کے اپنی نکاح میں کر لیا۔ (یعنی اس سے شادی کر لی) تو اس کے لئے ڈبل (دوہرا) اجر ہے۔

صحیح بخاری (۶۰۸۲) کی روایت ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر لونڈی اہالیان مدینہ کی لونڈیوں میں سے ہوتی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی۔

حافظ ابن حجرؒ (فتح الباری ۱۰/۴۹۰) میں لکھتے ہیں: ''الاخذ بالید'' کی تعبیر میں اشارہ ہے۔ انتہائی تصرف کی طرف، یعنی اگر کسی لونڈی کو مدینہ سے باہر کوئی حاجت ہوتی اور آپ سے تعاون درکار ہوتا تو آپ اس کی مدد فرماتے۔

یہ واقعہ وعمل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ وبرتاؤ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی خاکساری، تواضع اور ہر طرح کے عجب وکبر اور غرور سے اجتناب واحتراز کی واضح دلیل ہے۔

**اسلام میں عورت کی تکریم وعزت افزائی کی صورتیں**: اسلام نے عورت کو جو بلند رتبہ ومقام اور عزت عطا کی ہے۔ وہ رتبہ اور عزت دیگر ادیان وشریعتوں میں سے کسی بھی دین وشریعت اور مذہب نے نہیں دی ہے۔ اسلام نے عورتوں کو مردوں کے مثل ومانند (شقائق الرجال) قرار دیا اور یہ اعلان کیا کہ جو شخص اپنے اہل وعیال کے لئے بہتر ہو وہ بہتر شخص ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے اچھا اور بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہتر ہو اور میں اپنے اہل وعیال کے لئے تم سب سے اچھا اور بہتر ہوں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

☆اسلام میں عورت کو دی گئی عزت افزائی کی شکلوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے عورت کے لئے مہر مقرر ومتعین کیا ہے۔ جسے اس کے ساتھ خلوت کی بنا پر مکمل طور سے لینے کا حق ہے اور اس کی مرضی کے بغیر اس میں سے لینا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَآتُواْ النَّسَاء صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْساً فَكُلُوهُ هَنِيئاً مَّرِيئاً (النساء:۴)

اور عورتوں کو ان کے مہر راضی وخوشی دے دو، ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ۔''

☆عورت کی عزت وتکریم کی شکل میں سے یہ بھی ہے کہ محض عقد نکاح کی بنا پر خاوند کے مال میں وراثت کا حق دار قرار دی گئی ہے۔ اگر عقد نکاح کے بعد اور خلوت صحیحہ سے قبل خاوند کا انتقال ہو جائے تو ایسی صورت میں خاوند کے ترکہ میں سے اس کا حصہ مقرر اور واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ (النساء:۱۲)

جو ترکہ تم چھوڑ جاؤ اس میں سے تمہاری بیویوں کے لئے چوتھائی ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انھیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا۔ ترکہ کی یہ تقسیم میت کی وصیت کی تنفیذ اور اگر قرض ہو تو اس کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ سے یہ مذکورہ حصہ دیا جائے گا۔

عورت کی تکریم کی ایک شکل عورت کی عزت وآبرو کی حفاظت وصیانت بھی ہے۔ جس کے لئے عورت کا نکاح بلا ولی اور گواہان (شاہدان) کے ناجائز وحرام قرار دیا ہے۔ تاکہ اس کی عصمت بر بٹا اور اس پر تہمت نہ لگنے پائے۔

صحیح بخاری (۵۱۲۷) میں روایت ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جاہلیت میں نکاح کے چار طریقے رائج تھے۔ ان میں سے ایک نکاح آج بھی رائج ہے کہ آدمی کسی کی لڑکی سے نکاح کی خاطر اس کے ولی کے پاس پیغام نکاح بھیجتا تھا اس کی مہر متعین ہوتی تھی۔ پھر اس سے نکاح کیا جاتا تھا۔

**دوسرا نکاح** کا طریقہ یہ تھا کہ آدمی اپنی عورت سے اس کے حیض سے فراغت اور اس سے ہم بستر ہونے (تعلقات قائم کرنے) سے پہلے بیوی سے کہتا کہ تم فلاں کے پاس جاؤ اور اس سے جفتی کراؤ (تعلقات قائم کرو) پھر ظہور حمل تک اس کا شوہر نہ اس سے ہمبستر ہوتا اور نہ ہی اسے ہاتھ لگاتا۔ پھر ظہور حمل کے بعد اس کا شوہر چاہتا تو اس کے ساتھ ہم بستر ہوتا، یہ طریقہ اولاد کی نجابت وشرف کی خاطر اپنایا جاتا تھا۔ اس نکاح کو ''نکاح استبضاع'' کہا جاتا تھا۔ یعنی کسی بہادر یا جاہ وشرف والے شخص سے جفتی کرایا جاتا تاکہ اس سے پیدا ہونے والا بچہ معاشرہ میں بہادر اور شرف والا شمار ہو۔

**تیسرا نکاح کا طریقہ**: تین سے دس افراد تک کسی ایک عورت سے وطی (ہم بستری) کرتے یہاں تک کہ عورت حمل سے ہو جاتی۔ پھر حمل جننے کے بعد یہ عورت ان سب کے پاس بچہ کے ولادت کی خبر بھیجتی، وہ سب لوگ اس خاتون (عورت) کے پاس اکٹھا ہوتے۔ یہ عورت ان سے کہتی اور ان سے ان کے واقعہ وطی وجماع کو یاد دلاتی اور کہتی کہ میں نے یہ بچہ جنا ہے اور اے فلاں یہ تمہارا بچہ ہے۔ وہ جس کو چاہتی اس کا نام لے کر بچہ کو اس سے لاحق یا اس کی طرف منسوب کر دیتی، اور وہ آدمی اس سے انکار کی جرأت نہیں کرتا۔

**چوتھا طریقہ نکاح**: لوگوں کی اچھی خاصی تعداد اکٹھا ہوتی، یہ سب ایک عورت سے خلوت اختیار کرتے۔ وہ خاتون بھی جو کوئی اس کے پاس آتا منع نہ کرتی وہ پیشہ ور طوائف ہوا کرتی تھیں۔ وہ اپنے گھر کے دروازوں پر لوحات یا بورڈ وعلم لگائے ہوتی تھیں، جو ان کا خواہش مند ہوتا ان کے پاس پہنچتا جب ان میں سے کوئی حاملہ ہو جاتی اور اپنا حمل وضع کرتی۔ تو ان تمام کو اکٹھا کیا جاتا۔ پھر ایک قیافہ شناس کو بلایا جاتا، پھر اس کے بچے کو جس کی طرف چاہتے لاحق ومنسوب کر دیتے اور اس کی طرف منسوب کر کے اس کا بیٹا پکارا جاتا وہ شخص اس سے منع نہیں کر سکتا تھا۔

جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حق کے ساتھ بعثت ہوئی تو آپؐ سے جاہلیت میں رائج نکاح کی تمام صورتوں اور طریقوں کو باطل قرار دیا ہو، سوائے ایک طریقہ نکاح کے جو لوگوں میں آج بھی رائج ہے۔

☆اسلام نے کسی بھی خاتون پر بلا شہادت ودلیل بہتان تراشی پر اسی کوڑے کی حد (سزا) مقرر کی ہے۔ یہ حد بلا کسی دلیل کے کسی بھی پاک دامن خاتون پر تہمت وبہتان پر سرزنش کرنے کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاء فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (النور:۴) جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو انھیں اسی کوڑے لگاؤ، اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، یہ فاسق لوگ ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۳۱ پر)

ابوعدنان سعید الرحمن نورالعین سنابلی

# اسلام نے شجر کاری اور زراعت کی ترغیب دی ہے

شریعت اسلامیہ میں درختوں کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ایسے درختوں کے نیچے قضائے حاجت کرنے سے منع کیا گیا ہے جس سے لوگ سایہ حاصل کرتے ہوں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:''اتَّقُوا اللَّعَّانَيْنِ، قَالُوا: وَمَا اللَّعَّانَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ، أَوْ فِي ظِلِّهِمْ''یعنی''تم دو سخت لعنت والے کاموں سے بچو۔'' صحابہ کرام نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! سخت لعنت والے وہ دو کام کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا:''جو انسان لوگوں کی گزرگاہ میں یا ان کی سایہ دار جگہ میں (جہاں وہ آرام کرتے ہیں) قضائے حاجت کرتا ہے (لوگ ان دونوں کاموں پر اس کو سخت برا بھلا کہتے ہیں۔)''(صحیح مسلم/۶۱۸)

اسی حدیث پر قیاس کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایسے درختوں کے نیچے جس سے سایہ حاصل کیا جاتا ہو کوڑا، گندگی اور گندہ پانی وغیرہ ڈالنا اور پھینکنا ممنوع ہے اور ایسا کرنے والے شخص کو رسول اللہ ﷺ نے ملعون قرار دیا ہے۔

درختوں کے فوائد کے پیش نظر شریعت اسلامیہ نے شجر کاری کی خصوصی تعلیم دی ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''**إذا قامت الساعة وبيد أحدكم فسيلة فإن استطاع ألا يقوم حتى يغرسها فليفعل** ''یعنی اگر (ایسی صورتحال پیدا ہو جائے کہ) قیامت بالکل قریب ہو اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا چھوٹا پودا ہو، اگر وہ قیامت کے قائم ہونے سے پہلے اسے لگا سکتا ہو تو اسے لگا دینا چاہیے۔(مسند احمد ۳/۱۸۳، الادب المفرد، ص:۹۷، شیخ البانی نے صحیحہ ۱/۱۱-۱۳ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

اس حدیث میں کھجور کے درخت کا تذکرہ ہے لیکن عمومی پھلدار درختوں کے سلسلے میں عام ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے تمام درختوں کو لگانے کے سلسلے میں عمومی تعلیم دی ہے۔ اسی طرح کا ایک قول عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ چنانچہ داود بن ابی داود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اگر تم سنو کہ دجال آ گیا ہے اور تم زمین میں کچھ لگا رہے ہو تو جلدی نہ کرو، بلکہ اسے اچھی طرح لگا لو کیونکہ لوگ اس کے بعد بھی زندہ رہیں گے۔(الادب المفرد للبخاری/۴۸۰، شیخ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔)

عمارہ بن خزیمہ بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنے والد محترم سے کہتے ہوئے سنا کہ تم اپنے کھیت میں پودا کیوں نہیں لگاتے؟ یہ سن کر میرے والد نے کہا: میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری موت قریب ہے۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تم اس میں پودا لگاؤ، چنانچہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے والد کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے پودا لگاتے دیکھا۔(الجامع الکبیر للسیوطی ۳/۷/۲۳۳۷، ملاحظہ ہو:۱/۱۰)

شجر کاری کی اہمیت اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے جس میں وارد ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ روئے زمین پر موجود درختوں کی مقدار میں لوگوں کی سفارش کریں گے۔ بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:''مجھے امید ہے کہ میں قیامت کے دن زمین پر موجود درختوں کی تعداد میں لوگوں کے لئے سفارش کروں گا''۔(مسند احمد ۵/۳۴۷)

یہی نہیں، شریعت اسلامیہ نے جانوروں اور چوپایوں سے درختوں اور باغات کی نگرانی دن میں درختوں اور باغات کے مالکان پر اور رات میں جانوروں کے مالکان پر ضروری قرار دیا ہے۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری ایک اونٹنی تھی جو بہت نقصان کیا کرتی تھے۔ تو وہ ایک باغ میں داخل ہوگئی اور وہاں نقصان کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں بات کی گئی تو آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا:''دن کے وقت باغات کی نگرانی اور حفاظت ان کے مالکوں کے ذمے ہے اور رات کے وقت جانوروں کی نگرانی ان کے مالکوں کے ذمے ہے اور رات کے وقت جانور جو نقصان کر جائیں، تو وہ ان کے مالکوں کے ذمے ہے (کہ اسے پورا کریں)۔''(سنن ابوداود/۳۵۷۰، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

امام خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات اور دن میں تفریق اس وجہ سے کیا ہے کہ عرف میں یہ بات ہے کہ باغیچے اور باغات کے مالکان اپنے باغوں اور کھیتیوں کی حفاظت دن میں کرتے ہیں جبکہ مویشی اور چوپایوں کے مالکان اپنے جانوروں کو دن میں چرنے کے لئے آزاد چھوڑتے ہیں اور رات میں انہیں واپس لاتے ہیں تو اگر کوئی اس عرف اور عادت کی خلاف ورزی کرتا ہے تو گویا وہ حفاظت میں کوتاہی کرنے والا متصور ہوگا اور کمی اور نقصان اس کی طرف سے ہوئی ہوگی۔(معالم السنن ۳/۸۲۹)

زراعت کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ کاشتکاری اور زراعت میں مشغول ہونے کی وجہ سے انسان غیبت، چغلی، قیل و قال اور دیگر بہت سی برائیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ انسان جب مشغول نہیں ہوتا ہے تو لوگوں کے ساتھ محفلیں سجاتا ہے

اور آج کل کی محفلوں میں عموماً غیر شرعی اعمال انجام دیئے جاتے ہیں تو اس اعتبار سے بھی کاشت کاری اور زراعت بہت محترم اور لائق ستائش پیشہ ہے۔

کاشت کاری کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ کاشت کار اور کسان کو نیکیاں حاصل ہوتی ہیں، گرچہ وہ اپنے غلہ جات کو بیچ دے یا خود استعمال کرلے لیکن کاشت کاری کرنے ہی کی وجہ سے کئی وجوہات کی بناء پر نیکیوں سے فیضیاب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ایسا شخص جہاں غلہ اگا کر لوگوں کے لئے کشادگی پیدا کرتا ہے، وہیں دوسری طرف اشیائے خورد ونوش کی ارزانی کا بھی سبب بنتا ہے کیونکہ لوگ جب زیادہ اشیائے خورد و نوش کی کاشت کریں گے تو ظاہری بات ہے کہ اشیاء کی قیمتیں سستی ہوں گی اور لوگوں کو گرانی سے نجات ملے گی۔

بہت سارے علمائے کرام نے لکھا ہے کہ کسان کے پیدا کردہ غلہ سے قیامت تک جو کچھا گے گا اسے اس کا اجر وثواب ملتا رہے گا گرچہ وہ دوسرے کی ملکیت میں ہی کیوں نہ چلا جائے کیونکہ وہ غلہ جات کی افزائش کا سبب بنا ہے تو نیکیوں کا سلسلہ جس طرح سے چلتا رہتا ہے، ویسے ہی غلوں کی پیداوار کی بنیاد پر بھی ثوابوں کا سلسلہ جاری وساری رہے گا۔ (ملاحظہ ہو: شرح مسلم ۲۱۳/۱۰، عمدۃ القاری ۱۵۶/۱۲)

ان تمام حقائق کے علاوہ احادیث کے ذخیرے میں بہت سی ایسی حدیثیں بھی وارد ہیں جو کھیتی باڑی کی فضیلت واضح کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ کھیتی باڑی کرنے والے شخص کو اجر وثواب حاصل ہوگا اور اس کی کھیتی سے جس قدر انسان، جانور، جانور اور کیڑے مکوڑے فائدہ اٹھائیں گے، اسے اس قدر ہی نیکی ملے گا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ اَوْ إِنْسَانٌ اَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ “یعنی کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیتی میں بیج بوئے، پھر اس میں سے پرند یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔ (صحیح بخاری/۲۳۲۰)

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”مَا مِنْ رَجُلٍ يَغْرِسُ غَرْسًا، إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ قَدْرَ مَا يَخْرُجُ مِنْ ثَمَرِ ذٰلِكَ الْغَرْسِ“ یعنی جو شخص ایک پودا لگاتا ہے تو اس سے جتنا پھل نکلتا ہے اللہ اس شخص کے لئے اتنا ہی اجر لکھ دیتا ہے۔ (مسند احمد/۲۳۵۲۰، اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن عبدالعزیز نامی راوی ہے جسے امام مالک اور سعید بن منصور نے ثقہ قرار دیا ہے اور ایک جماعت نے اس کی تضعیف کی ہے اور بقیہ رواۃ کتب صحیح کے رواۃ ہیں۔ ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ۶۷/۳)

ایک صحابی رسول ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے ان دونوں کانوں سے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”مَنْ نَصَبَ شَجَرَةً، فَصَبَرَ عَلَى حِفْظِهَا وَالْقِيَامِ عَلَيْهَا حَتَّى تُثْمِرَ، كَانَ لَهُ فِي كُلِّ شَيْءٍ يُصَابُ مِنْ ثَمَرَتِهَا صَدَقَةٌ“ یعنی جو شخص کوئی درخت لگائے اور اس کی نگہداشت اور ضروریات کا خیال رکھتا رہے تا آنکہ اس پر پھل آجائے تو جس چیز کو بھی اس کا پھل ملے گا، وہ اللہ کے نزدیک اس کے لئے صدقہ بن جائے گا۔ (مسند احمد/۱۶۵۸۶، اس کی سند میں فتح نامی ایک راوی ہے جن کے بارے میں امام ہیثمی نے کہا ہے کہ ابن ابی حاتم نے ان کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان کی توثیق یا تجریح نہیں کی ہے اور بقیہ رواۃ ثقہ ہیں۔ ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ۶۸/۳)

صرف پھلدار درختوں یا پودوں کو لگانے سے ہی نیکی نہیں ملتی ہے بلکہ اگر ہم غیر پھلدار درخت بھی لگاتے ہیں تو ہمیں اجر وثواب حاصل ہوگا، خصوصاً وہ درخت جس سے انسان، جانور یا چرند پرند سایہ حاصل کریں یا کسی طرح سے فائدہ اٹھائیں یا پھر کسی بھی طرح سے وہ ہمارے ماحولیات کے لئے مفید ہوں کیونکہ یہ بات معروف ہے کہ درخت ماحولیاتی آلودگی کو ختم کرنے میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں، درختوں کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ یہ ہمیں سانس لینے میں مدد دیتے ہیں۔ جب درخت بڑھتے ہیں تو ایک خاص عمل سے گزرتے ہیں، جسے فوٹوسنتھیسز کہا جاتا ہے۔ اس عمل کے دوران درخت آب و ہوا کو نقصان پہنچانے والی گرین ہاؤس گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ کو ہوا سے جذب کرتے ہیں اور سورج کی روشنی کی مدد سے اسے شوگر میں تبدیل کرتے ہیں، جو ان درختوں کو بڑھنے کے لیے توانائی فراہم کرتی ہے۔ فوٹوسنتھیسز کی ایک ضمنی پیداوار آکسیجن ہے، جس کے بغیر ہم اپنے سیارے پر زندہ نہیں رہ سکتے۔ ایک درخت کتنی آکسیجن پیدا کرتا ہے، اس کا انحصار درخت کی قسم اور عمر پر ہوتا ہے۔ سدا بہار درخت ہمیشہ آکسیجن پیدا کرتے ہیں جبکہ باقی درخت صرف پتوں کی صورت میں ہی آکسیجن پیدا کرتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق بیج پیدا کرنے والی عمر کا ایک درخت ہر سال 10 لوگوں کو آکسیجن فراہم کرسکتا ہے۔ اس کے پتے ہوا میں سے کافی مقدار میں دھول اور بیکٹیریا کو بھی فلٹر کرتے ہیں۔

اسی طرح درخت سے ہی کاغذات بنائے جاتے ہیں، اس کی لکڑیوں سے خوبصورت فرنیچر کے سامان بنائے جاتے ہیں اور بھی کئی ناحیوں سے انسانوں کے لئے کارآمد ہوتے ہیں۔ درخت ہمیں کئی طرح کی خوراک فراہم کرتے ہیں، جن میں سیب، کھجور، گری دار میوے، زیتون اور لیموں کے پھل شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ایک مسلمان درخت لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اور اس کے فصل سے چرند پرند کھاتے ہیں تو اس پر اسے نیکی ملتی ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام معبد رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس اس کے باغ میں گئے اور پوچھا: ”اے ام معبد! یہ کھجور کے درخت کس نے لگائے ہیں؟ کیا مسلمان نے یا کافر نے؟“ تو اس نے جواب دیا، مسلمان نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فَلَا يَغْرِسُ الْمُسْلِمُ غَرْسًا، فَيَأْكُلَ مِنْهُ إِنْسَانٌ، وَلَا دَابَّةٌ، وَلَا طَيْرٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةً إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ “یعنی جو مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے، پھر اس سے کوئی انسان یا جاندار یا پرندہ

کھاتا ہے،تو وہ قیامت تک اس کے لیے صدقہ بنتا ہے۔''(صحیح مسلم/۱۷ ۳۹)

جابر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی پودا اُ گاتا ہے، تو اس پھل دار درخت سے جو کچھ کھایا جاتا ہے، وہ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے اور اس سے جو کچھ چوری کیا جاتا ہے، وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے، اور اس سے جو درندے کھاتے ہیں، وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے، اور جو پرندے کھائیں، وہ بھی صدقہ ہے، جو چیز یا فرد بھی اس میں کمی کرے گا، وہ اس کے لیے صدقہ ہی بنے گا۔(صحیح مسلم/۳۹۶۸)

**کھیتی باڑی کا حکم**: کاشت کاری اور زراعت فرض کفایہ ہے یعنی مسلمانوں میں سے ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو کھیتی باڑی کرے، اگر مسلمانوں میں سے کچھ لوگ اس پیشے سے وابستہ ہوجاتے ہیں اور کاشت کاری کرتے ہیں تو بقیہ دوسرے مسلمانوں کے حق میں زراعت مستحب ہوجائے گی جیسا کہ مردے کی تکفین اور اعتکاف وغیرہ کے مسائل ہیں کہ یہ فرض کفایہ ہیں یعنی اگر سماج کے کچھ افراد یہ کام کرلیتے ہیں تو بقیہ لوگوں سے یہ ذمہ داری ساقط ہوجاتی ہے لیکن اگر اس فریضے کو کوئی ادا نہیں کرتا ہے تو تمام افراد گنہگار ہوں گے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: زراعت فرض کفایہ ہے، چنانچہ امام کو چاہئے کہ اس کے لئے اور اس جیسے دوسرے کاموں جیسے شجر کاری وغیرہ کے لئے لوگوں کو مامور کرے۔(ملاحظہ ہو: فتح الباری ۵/۴، عمدۃ القاری ۱۲/۱۵۶)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: الغرض یہ اعمال فرائض کفایہ ہیں، اگر اسے کوئی انجام نہیں دے تو فرض عین ہوجاتے ہیں خصوصاً جب لوگوں کو اس کی ضرورت ہو، چنانچہ اگر لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں کی زراعت، بنکروں اور کاتنے والوں کے پیشے کی ضرورت ہو تو ایسے افراد پر ضروری ہوجائے گا کہ وہ اپنے پیشے کا استعمال کرکے لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کریں اور امام وقت انہیں ان کاموں کو کرنے پر متعینہ اجرت کے عوض مامور بھی کرسکتا ہے۔ اسی طرح سرحد پر تعینات فوجیوں کی کھیتیوں میں کاشت کاری کی ضرورت ہو تو امام وقت کچھ لوگوں کے حق میں واجب کرسکتا ہے کہ وہ ان کے لئے کاشتکاری کریں، لیکن اس صورت میں فوجی کو بھی چاہئے کہ وہ کسان پر ظلم و زیادتی کا مرتکب نہ ہو بلکہ اس کی اجرت وغیرہ ادا کردے۔(مجموع الفتاوی ۲۸/۸۲-۷۹)ابن الحاج نے المدخل میں لکھا ہے کہ مکلّف انسان پر ہنرمندی اور کاریگری سے زیادہ ضروری زراعت اور کھیتی باڑی ہے جس پر زندگی کا انحصار اور انسانوں کی روزی کا دارومدار ہے۔(المدخل ۴/۴)

**ایک غلط سوچ کی تردید**: بہت سارے لوگ ایسے بھی ہیں جو کاشت کاری، زراعت اور کھیتی باڑی کو حقارت آمیز نظروں سے دیکھتے ہیں۔ ان کے مطابق کم حیثیت اور بے وقعت لوگ ہی زراعت کے پیشے کو اختیار کرتے ہیں۔ یہ سوچ انتہائی سطحی اور غلط ہے کیونکہ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ اسلام نے ہر طرح کے پیشوں کو احترام کی نظروں سے دیکھا ہے جبکہ زراعت اور کاشت کاری کو علمائے کرام نے افضل ذریعۂ معاش اور بہترین پیشہ قرار دیا ہے۔ نیز اللہ کے رسول ﷺ نے پودا لگانے والے اور کاشت کاری کرنے والوں کے لئے احادیث میں عظیم بشارتیں سنائی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زراعت کو حقیر سمجھنا یا کسانوں کو حقارت آمیز نظروں سے دیکھنا درست نہیں ہے بلکہ زراعت ایک معزز پیشہ ہے۔

صحابہ کرام کا معاملہ یہ تھا کہ جو مزدور کھیتوں میں کام کرتے تھے اور کاشتکاری کے پیشے سے وابستہ ہوتے تھے انہیں اللہ جل شانہ کے عمال اور کارندے تصور کیا کرتے تھے۔(ملاحظہ ہو: سلسلہ صحیحہ ۱/۱۳)

اس غلط سوچ کا اثر یہ ہوا ہے کہ بڑی تعداد میں لوگ سرکاری نوکریوں، آفیسز کے کام اور دیگر دفتری کام انجام دینے لگے اور انہوں نے زراعت کے قابل زمین کے بڑے حصے کو چٹیل اور بنجر چھوڑ دیا ہے جس میں مختلف طرح کے کانٹے دار اور نقصان دہ پیڑ پودے اُگ آئے ہیں اور اس طرح امت کا سرمایہ برباد ہورہا ہے اور لوگ ایسی زمینوں کو آباد کرنے کو عیب اور حقیر سمجھتے ہیں۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی کا گزر ان کے پاس سے ہوا، اس وقت دمشق میں وہ پودا لگارہے تھے تو اس نے کہا کہ آپ صحابیٔ رسول ہوکر پودا لگارہے ہیں۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: دیکھو، جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرو، میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے پودا لگایا جس سے آدمی یا اللہ کی مخلوقات میں سے کوئی مخلوق کھاتی ہے تو یہ اس کے حق میں صدقہ ہوگا۔(مسند احمد ۶/۴۴۴، اس کی سند میں قاسم بن عبدالرحمٰن بن ابوعبدالرحمٰن دمشقی صاحب ابی امامہ ایک راوی ہیں جو صدوق ہیں، البتہ وہ بکثرت غریب روایتیں ذکر کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: تقریب التہذیب ۱/۴۵۰، نیز قاسم بن عبدالرحمٰن کے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سماعت کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ واللہ اعلم)

**زراعت باعث اجر کب ہوگی؟** (۱) نیت کا خلوص: آپ زراعت کے پیشہ سے وابستہ ہیں تو آپ پر ضروری ہے کہ زراعت کرتے ہوئے پوری محنت و لگن کا مظاہرہ کریں، آپ زراعت کے گُر سیکھیں، کھیتی باڑی کے اسرار و رموز سے واقفیت حاصل کریں اور ساتھ ہی ساتھ آپ پر یہ بھی ضروری ہے کہ زراعت سے آپ کا مقصود دنیوی فائدہ ہی نہ ہو بلکہ آپ دل میں یہ ارادہ رکھیں کہ جس فصل کی کاشت کاری کر رہے ہیں، اس کے ذریعہ مسلمانوں کے لئے فراوانی کا سبب بنیں گے اور مسلم سماج میں اشیائے خوردنی کی ارزانی کا سبب بنیں گے۔ اگر ایسے نیک جذبات و خواہشات آپ کے اندر موجود ہیں تو یقین جانیں کہ آپ زراعت پر نیکیوں سے محظوظ ہوں گے اور یہ عمل آپ کے لئے محترم اور قابل برکت ہوگی لیکن اگر یہ نیک جذبات آپ کے دل میں موجود نہ ہوں تو پھر آپ کے اجر و ثواب محدود ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ تمام کاموں کی طرح زراعت کرتے ہوئے بھی ہماری نیات و اعمال میں اخلاص

ضروری ہے۔ امام ابن منذر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہاتھوں سے انجام دیئے جانے والے اعمال دیگر پیشوں سے افضل اس صورت میں ہے جب کہ انسان پورے خلوص اور بھر پور محنت ولگن کے ساتھ اسے انجام دے۔(ملاحظہ ہو: فتح الباری ۴/۳۰۶)

(۲) زراعت کی پیداوار میں اللہ جل شانہ کے حقوق کی ادائیگی کی جائے: کاشت کاری کے پیشہ سے وابستہ افراد کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ فصل کاٹیں، اور اللہ جل شانہ انہیں پیداوار سے نوازے تو ان میں اللہ جل شانہ کے حقوق یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی کریں اور جن اموال میں زکاۃ فرض نہیں ہے، ان میں فقراء ومساکین اور اقرباء کے حصے متعین ومعلوم ہوں تاکہ اس روزی میں برکت ہوسکے اور اللہ جل شانہ اسے آلائشوں سے پاک کردے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:''وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ''(سورۃ الانعام/۱۴۱) یعنی اوراس میں جوحق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو۔ بارانی فصلوں میں یعنی جو بارش سے سیراب ہوئے ہوں دسواں حصہ زکوٰۃ واجب ہے جبکہ پیداوار پانچ وسق پہنچ جائے لیکن اگر کھیتی محنت ومشقت سے سیراب کیا گیا ہو تو اس صورت میں زکوٰۃ بیسواں حصہ واجب ہے۔

(۳) انسان ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ یہ پیداوار اس کی محنتوں کا ثمرہ ہیں: کسان پر یہ ضروری ہے کہ جب وہ کاشتکاری کرے اور اللہ جل شانہ اسے غلے اور اناج سے نوازے تو وہ ہرگز یہ نہ سمجھے کہ یہ غلہ اور اناج زمین کی زرخیزی یا اس کی اپنی محنتوں کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ غلہ اور اناج اللہ جل شانہ کے فضل و احسان کے طفیل حاصل ہوتے ہیں، ورنہ بہت سارے لوگ کھیتی کرتے ہیں، کچھ لوگوں کی کھیتیاں برباد ہوجاتی ہیں، بیج اگتے نہیں، جبکہ بغل ہی میں دوسرے انسان کی کھیتی خوب لہلہارہی ہوتی ہے، اس کی گندم یا دھان کی بالیاں خوب اچھی ہوتی ہیں ظاہر سی بات ہے کہ یہ اللہ کے فضل وکرم اور احسان کے بغیر نہیں ہوسکتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ زراعت کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ کسان یہ ہرگز سوچ نہ رکھے کہ روزی روٹی اس کی اپنی محنتوں کا ثمرہ ہے بلکہ یہ عقیدہ رکھے کہ اس ذریعہ سے اللہ عزوجل نے اسے نوازا ہے۔(فتح الباری ۴/۳۰۶) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:''أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ، أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ، لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ، إِنَّا لَمُغْرَمُونَ، بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ''(سورۃ الواقعہ/۶۳-۶۷) یعنی اچھا پھر یہ بھی بتلاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو۔ اسے تم ہی اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کرڈالیں اور تم حیرت کے ساتھ باتیں بناتے ہی رہ جاؤ۔ کہ ہم پر تاوان ہی پڑ گیا۔ بلکہ ہم بالکل محروم ہی رہ گئے۔

(۴) انسان غصب کردہ یا ظلماً اخذ کردہ زمین میں کھیتی نہ کیا ہو: موجودہ زمانے میں زمینوں پر ناجائز قبضہ اور غصب کی وباء عام ہوچکی ہے۔ لوگ دوسرے کی زمینوں پر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ قبضہ کرتے ہیں اور اس کے لئے طرح طرح کے حیلے اور بہانے بھی تلاش کرلیتے ہیں حالانکہ شریعت اسلامیہ نے اسے سخت جرم قرار دیا ہے اور دین اسلام نے کسی کی ایک بالشت زمین بھی لینے کو سخت جرم وزیادتی قرار دیا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:''لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ''، یعنی قیامت کے دن تم سب حقداروں کے حقوق ان کو ادا کروگے، حتیٰ کہ اس بکری کا بدلہ بھی جس کے سینگ توڑ دیے گئے ہوں گے، سینگوں والی بکری سے پورا پورا لیا جائے گا۔(صحیح مسلم/۶۵۸۰)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:''مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِنَ الأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ''، یعنی اگر کسی شخص نے ایک بالشت بھر زمین بھی کسی دوسرے کی ظلم سے لے لی تو سات زمینوں کا طوق (قیامت کے دن) اس کے گردن میں ڈالا جائے گا۔(صحیح بخاری/۲۴۵۳)

(۵) حرام پیڑ پودے کی کاشت کاری نہ کی جائے: اگر کوئی انسان زراعت کے پیشہ سے وابستہ ہے تو اسے چاہئے کہ وہ حرام اور ناجائز اشیاء کی کاشت کاری سے پرہیز کرے، جیسے افیون کی کھیتی یا بھانگ وغیرہ کی کاشت کاری حرام ہے۔ بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''جس شخص نے انگور اتارنے کے ایام میں ان کو روک لیا، تاکہ اسے کسی شراب بنانے والے کے ہاتھ فروخت کرے تو وہ جانتے بوجھتے آتش جہنم میں داخل ہوگا''(اسے امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی سند کو بلوغ المرام، (ص:۱۶۷) میں حسن قرار دیا ہے۔)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کسانوں کو حرام پودوں اور پیڑوں کی زراعت سے والی اور امام وقت منع کرے گا۔(الحسبہ لابن تیمیہ، ص:۲۶-۲۷)

(۶) انسان کو چاہئے کہ وہ زراعت کے اصول وذرائع کو سیکھے اور اس تعلق سے حلال وحرام کا علم رکھے: ابن الحاج نے المدخل میں کہا ہے کہ زراعت عظیم ترین نیکی کے کاموں میں سے ہے کیونکہ اس سے کسان اور دوسرے مسلمانوں کو بھی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ چوپایے، چرند پرند اور کیڑے مکوڑے بھی اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روزگاروں میں سے اس سے بابرکت اور کامیاب روزگار کوئی نہیں ہے بشرطیکہ اسے شرعی طور پر انجام دیا جائے۔ زمین میں موجود دفینوں سے مستفید ہونے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے لیکن اس کے لئے فقہی احکامات حاصل کرنے، کاریگری میں محنت وجاں فشانی کرنے اور اخلاص کا ثبوت دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اسی صورت میں کاشت کاری تجارت و برکت کا پیش خیمہ ہوگا۔(المدخل ۴/۴)

☆☆☆

مولانا محمد مصطفیٰ کعبی ازہری، نیپال

# اسلام میں بیٹی کے حقوق

مذہب اسلام ایک کامل اور مکمل دین ہے، جس میں روئے زمین پر رہنے والے تمام لوگوں کے لئے حقوق اور سب کی ذمہ داریاں مقرر کی گئی ہیں، اور زندگی کے تمام شعبوں میں قرآنی تعلیمات وسنت رسول اللہ علیہ وسلم ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔

اسلام کی امتیازی خوبیوں میں سے ایک خوبی بیٹیوں کا احترام ہے جس سے آج کی نظریاتی دنیا محروم ہے۔ اس کی پوری تفصیل زیر نظر مضمون میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ تاہم قابل غور ایک پہلو یہ ہے کہ آج کی دنیا نے اس کے احترام کا استحصال کیا ہے اور ننگی آزادی کو اس کا متبادل قرار دیا ہے۔ جس کے باعث اس کی عزتیں تار تار ہیں، جنسی درندوں کی زد پر ہیں، کھلی عریانیت نے اس کی ظاہری و باطنی حیا کو چھین لیا ہے، وراثت سے محرومی نے اسے کلبوں اور بازاروں میں مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کر دیا ہے۔ غرض آج کی خاتون اس ننگی آزادی کے زعم باطل میں اسلام کی اصلی تعلیم سے غافل ہے ورنہ وہ حقیقی عفت اور حقیقی آزادی سے آشنا ہوتی۔

اور لڑکیوں کو زندگی کے حقوق صرف مذہب اسلام نے دیئے اور مذہب اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں لوگ بیٹیوں کو ذلیل، حقیر اور نیچ اس قدر سمجھتے تھے کہ کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی تو وہ مارے شرم کے منہ چھپائے پھرتا تھا، اور زمانہ جاہلیت میں کچھ ایسے ظالم انسان موجود تھے کہ وہ بیٹی کا باپ کہلوانے کے ڈر سے اپنے بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ یا تو اپنی بیٹیوں کو گلا دبا کر ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیتے تھے، یہی نہیں بلکہ زمانہ جاہلیت میں بیٹی کو نجاست کا ڈھیر اور شیطان کا نمائندہ سمجھا جاتا تھا، اور کچھ لوگ لڑکی کی پیدائش کے بجائے اس کی وفات پر مبارکباد دیتے تھے۔

اور مذہب اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں کسی کو لڑکی کی پیدائش کی اطلاع اور خبر دی جاتی تو بیٹی کی ولادت کی خبر سنتے ہی حقارت کی تیوریاں چہرے پر نمایاں ہوتی تھیں۔

اور جس شخص کے گھر میں بیٹی پیدا ہوتی اس شخص کی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ اس کا چہرہ کالا ہو جاتا، لوگوں سے چھپاتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کسی کو کیا منہ دکھائے، سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لئے رکھے یا مٹی میں دبا دے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ.

ترجمہ: ''ان میں سے جب کسی کو لڑکی کی ہونے کی خبر دی جاتی تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے، اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے، اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا۔ کہ کیا اس کو ذلت کے ساتھ لئے ہوئے رہے یا مٹی میں دبا دے، آہ کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں''۔ (سورہ النحل:58و59)

دور جاہلیت میں عورتوں اور بچوں کو میراث سے محروم کر دیتے تھے:

زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ وہ (مشرک) صرف مردوں کو وارث سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ جو شخص مسلح ہو کر لڑنے اور اپنی زندگی کو برقرار رکھنے کیلئے کبھی کبھی ڈاکہ ڈالنے کی طاقت نہیں رکھتا اسے ترکہ نہیں مل سکتا۔ اسی وجہ سے وہ عورتوں اور بچوں کو میراث سے محروم کر دیتے تھے اور میت کا مال بہت دور کے مردوں میں بانٹ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک انصار جس کا نام اوس بن ثابت تھا فوت ہو گیا اور اپنے بعد چھوٹی چھوٹی بچیاں اور بچے چھوڑ گیا اس کے چچا زاد بھائی جن کے نام خالد اور ارفطہ تھے وہ آئے انہوں نے اس کا مال آپس میں بانٹ لیا اور اس کی بیوی اور چھوٹے چھوٹے یتیم بچوں کو کچھ بھی نہ دیا تو اس کی بیوی نے حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں شکایت کی اس وقت اس سلسلے میں اسلام میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (سورہ المائدۃ:50)

ترجمہ: مردوں کیلئے اس میں سے جو کچھ ان کے والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں حصہ ہے اور عورتوں کیلئے بھی جو ان کے والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں حصہ ہے۔ چاہے وہ مال کم ہو کہ زیادہ یہ حصہ مقرر اور لازمی ہے۔

اسلام سے پہلے جزیرہ عرب کے ریگستان میں کتنی لڑکیاں زندہ زمین میں دفن کر دی گئیں اس کی صحیح تعداد صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ایک جاہل باپ سمجھتا تھا کہ بیٹی ایک بوجھ ہے اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے، اور وہ قبیلے کی دفاع بھی نہیں کر سکتی۔ وہ اسے اپنی عار اور شرمندگی کا باعث سمجھتے تھے۔

مذہب اسلام نے زندہ گاڑی ہوئی لڑکیوں کو انصاف عطا کیا:

جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس جاہلی فعل کو ختم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَإِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ

ترجمہ: ''اور جب زندگی گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا، کہ کس گناہ کی

وجہ سے قتل کی گئی“۔ (سورہ التکویر: 8و9)

فائدہ: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اسلام آجانے کے بعد اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو زندہ درگور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں قیامت کے دن سوال کرے گا اور جس کسی نے لڑکی کو زندہ درگور کیا ہوگا، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو دردناک عذاب دے گا۔

اور اسی طرح سے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی اولاد کو رحم مادر میں نہ قتل کریں کیونکہ یہ بھی ایک عظیم گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلاَدَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُم إنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْءاً كَبِيراً

ترجمہ: ”اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالو، ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ بیشک ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے“ (سورہ بنی اسرائیل: 31)

اور حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے بعد جس گناہ کو سب سے بڑا قرار دیا وہ یہی ہے أن تقتل ولدك، خشية أن يطعم معك ۔ کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کردے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ (صحیح: البخاری: 4761)۔ آج کل قتل اولاد کا گناہ عظیم نہایت منظم طریقے سے اور خاندانی منصوبہ بندی کے حسین عنوان سے پوری دنیا میں ہورہا ہے اور مرد حضرات بہتر تعلیم وتربیت کے نام پر اور خواتین اپنے حسن کو برقرار رکھنے کے لئے اس جرم کا عام ارتکاب کررہی ہیں اعاذنا اللہ منہ۔ (تفسیر احسن البیان: 781)

**مذهب اسلام نے بیٹیوں کا حق دیا:**

جب کہ اسلام نے ہی بیٹوں کا حق دیا ہے اور اسلام نے ہی بیٹی کو رحمت قرار دیا ہے۔ اور اسلام سے قبل بیٹی کو وراثت سے محروم کردیتے تھے لیکن اسلام نے بیٹی کے حق میں وراثت کو فرض قرار دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ارشاد فرمایا: يُوصِيكُمُ اللّهُ فِي أَوْلاَدِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاء فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَآؤُكُمْ وَأَبناؤُكُمْ لاَ تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعاً فَرِيضَةً مِّنَ اللّهِ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلِيما حَكِيماً.

ترجمہ: ”اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں تاکیدی حکم دیتا ہے، مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر حصہ ہے، پھر اگر وہ دو سے زیادہ عورتیں (ہی) ہوں، تو ان کے لیے اس کا دو تہائی ہے جو اس نے چھوڑا اور اگر ایک عورت ہو تو اس کے لیے نصف ہے۔ اور اس کے ماں باپ کے لیے، ان میں سے ہر ایک کے لیے اس کا چھٹا حصہ ہے، جو اس نے چھوڑا، اگر اس کی کوئی اولاد ہو۔ پھر اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث ماں باپ ہی ہوں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے، پھر اگر اس کے (ایک سے زیادہ) بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے، اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائے، یا قرض (کے بعد)۔ تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے ان میں سے کون فائدہ پہنچانے میں تم سے زیادہ قریب ہے، یہ اللہ کی طرف سے مقرر شدہ حصے ہیں، بے شک اللہ ہمیشہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے“۔ (سورہ النساء: 11)

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکا عطا کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثاً وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ

ترجمہ: ”آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی بادشاہی ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے بخشتا ہے“۔ (سورہ الشوریٰ: 49)

فائدہ: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹی کا ذکر پہلے کیا ہے اور بیٹے کا بعد میں کیا ہے، کیوں کہ بیٹی رحمت ہے اور بیٹا نعمت ہے اور رحمت کے بغیر نعمت کا مزہ نہیں۔

جس کسی نے بیٹی کی وجہ سے خود کو معمولی سی بھی تکلیف میں ڈالا تو بیٹیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے آڑ بن جائیں گی:

”حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لیے ہوئے مانگتی ہوئی آئی۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا اس وقت اور کچھ نہ تھا میں نے وہی دے دی۔ وہ ایک کھجور اس نے اپنی دونوں بچیوں میں تقسیم کردی اور خود نہیں کھائی۔ پھر وہ اٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حال بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس نے ان بچیوں کی وجہ سے خود کو معمولی سی بھی تکلیف میں ڈالا تو بچیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے آڑ بن جائیں گی“۔ (صحیح: رواہ البخاری: 1418و5995، واحمد: 24055)

جس کے پاس بیٹیاں ہوں اور ان پر صبر کرے، اپنی کمائی سے کھلائے اور پہنائے تو بیٹی قیامت کے دن ماں اور باپ کے لئے جہنم سے آڑ ہوں گی:

عن عقبة بن عامر، يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من كان له ثلاث بنات فصبر عليهن، وأطعمهن وسقاهن، وكساهن من جدته، كن له حجابا من النار يوم القيامة.

ترجمہ: ”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول

اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا: ''جس کے پاس تین لڑکیاں ہوں، اور وہ ان کے ہونے پر صبر کرے، ان کو اپنی کمائی سے کھلائے پلائے اور پہنائے، تو وہ اس شخص کے لیے قیامت کے دن جہنم سے آڑ ہوں گی''۔

(اسنادہ صحیح: رواہ ابن ماجہ فی سنن: 3669، واحمد فی مسندہ: 17403، والالبانی فی سلسلۃ الصحیحۃ: 294)

**عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ابتلي بشئى من البنات، فصبر عليهن، كن حجابا من النار.**

ترجمہ: ''حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص لڑکیوں کی پرورش سے دوچار ہو، پھر ان کی پرورش سے آنے والی مصیبتوں پر صبر کرے تو یہ سب لڑکیاں اس کے لیے جہنم سے آڑ بنیں گی''۔ (اسنادہ صحیح: رواہ الترمذی فی سننہ: 1913)

فائدہ: بڑے نادان ہیں وہ جو بیٹیاں زیادہ ہونے سے روتے اور شکوہ شکایت کرتے ہیں حالانکہ تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ بیٹے جب بڑے ہو جاتے ہیں تو اپنی بیوی اور اولاد کی محبت میں غرق ہو کر ماں باپ کو پوچھتے بھی نہیں، شاذ و نادر بیٹے ایسے ہوتے ہیں، جو صاحب اولاد ہو کر بھی اپنے ماں باپ سے محبت اور الفت رکھتے ہیں، برخلاف اس کے بیٹیاں زندگی تک اپنے ماں باپ کی محبت نہیں چھوڑتیں اور ہمیشہ ان کی خدمت کرتی رہتی ہیں، اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگنی چاہئے کہ بیٹا ہو یا بیٹی صالح اور نیک بخت ہو۔

جس نے بیٹیوں کی کفالت کی وہ جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوں گے:

**عن انس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ من عال جاريتين دخلت أنا وهو الجنة كهاتين وأشار بأصبعيه.**

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی، جنت میں وہ اور میں (ایک ساتھ) ان دونوں انگلیوں کی طرح جنت میں داخل ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیوں کو جوڑ کر اشارہ فرمایا''۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ جس کسی نے دو لڑکیوں کی کفالت اور پرورش کی تو میں اور وہ جنت میں اس طرح داخل ہوں گے، اور آپ نے کیفیت بتانے کے لیے اپنی دونوں انگلیوں (شہادت اور درمیانی) سے اشارہ کیا۔ (صحیح: رواہ مسلم: 2631، والترمذی: 1914)

بیٹیوں کی پرورش پر جنت واجب ہے اور قیامت کے دن بیٹی ماں باپ کے لئے جہنم سے آڑ ہوگی:

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک عورت آئی اس کی دو بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں اس نے مجھ سے سوال کیا میرے پاس کچھ نہ تھا ایک کھجور تھی وہی میں نے اس کو دے دی اس نے وہ کھجور لے کر دو ٹکڑے کیے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں بیٹیوں کو دیا اور خود کچھ نہ کھایا، پھر اٹھی اور چلی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، میں نے اس عورت کا حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مبتلا ہو بیٹیوں میں (یعنی اس کی بیٹیاں ہوں)، پھر وہ ان کے ساتھ نیکی کرے (ان کو پالے دین کی تعلیم کرے نیک شخص سے نکاح کر دے) تو وہ قیامت کے دن اس کی آڑ ہوں گی جہنم سے۔ (صحیح: رواہ مسلم: 2629)

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک غریب عورت میرے پاس آئی اپنی دونوں بیٹیوں کو لیے ہوئے، میں نے اس کو تین کھجوریں دیں۔ اس نے ہر ایک بیٹی کو ایک ایک کھجور دی اور تیسری کھجور کھانے کے لیے منہ سے لگائی اتنے میں اس کی بیٹیوں نے (وہ کھجور بھی مانگی کھانے کو) اس نے اس کھجور کے جس کو خود کھانا چاہتی تھی دو ٹکڑے کیے ان دونوں کے لیے، مجھے یہ حال دیکھ کر تعجب ہوا، میں نے اس عورت کے ساتھ جو سلوک کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس سبب سے اس کے لیے جنت واجب کر دی یا اس کو جہنم سے آزاد کر دیا۔ (صحیح: رواہ مسلم: 2630)

فائدہ: مذکورہ دونوں حدیث سے معلوم ہوا ہے جو شخص بیٹیوں کی پرورش کرنے میں اور اپنی اولاد کے حق میں مساوات و برابری کرے گا۔ تو اس پر جنت واجب ہے اور قیامت کے دن بیٹی ماں باپ کے لئے جہنم سے آڑ ہوگی۔

بیٹے اور بیٹی سے پیار اور محبت میں مساوی سلوک کرو:

**عن أنس بن مالك رضى الله عنه قال: كان مع رسول الله صلى الله عليه وسلم رجل فجاء ابن له فقبله واجلسه على فخذه ثم جاء ت بنت له فأجلسها الى جنبه قال: فهلا عدلت بينهما.**

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک آدمی تھا، اس آدمی کے پاس اس کا بیٹا آیا، اس آدمی نے اس کو بوسہ دیا (یعنی شفقت سے چوما) اور ران پر بٹھا لیا، پھر اُس کی بیٹی آگئی اُس آدمی نے اُس کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے فرمایا کہ تم نے (بوسہ لینے میں) ان دونوں کے درمیان انصاف کیوں نہیں کیا؟

(اسنادہ صحیح: رواہ البزار: 6361، والطحاوی فی شرح معانی الآثار: 3844،

وتمام في الفوائد: 1616، وابن عساكر في التاريخ: 4 / 601 مصورة المدينة، والبيهقي في شعب الايمان:10549،والالباني في سلسلة الصحيحة:3098)

فائدہ: مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹے اور بیٹی میں شفقت اور پیار کا فرق کرنا سخت ناپسند گزرا اس لئے تمام لوگوں کو چاہئے کہ اپنے اولاد کے درمیان مساوات وبرابری کو لازم پکڑے اوران کے ساتھ انصاف کرے۔

اگر کوئی شخص اپنی حیات میں اپنی اولاد کو بطور تحفہ مال دینا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ بغیر بیٹے اور بیٹی میں فرق کئے سب کو ایک جیسی چیز مساوات وبرابری کے ساتھ عطا کرے۔

حضرت عامر سے روایت ہے کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ منبر پر بیان کر رہے تھے کہ میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دیا، تو عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا (نعمان کی والدہ) نے کہا کہ جب تک آپ رسول اللہ ﷺ کو اس پر گواہ نہ بنائیں میں راضی نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ (حاضر خدمت ہوکر) انہوں نے عرض کیا کہ عمرہ بنت رواحہ سے اپنے بیٹے کو میں نے ایک عطیہ دیا تو انہوں نے کہا کہ پہلے میں آپ کو اس پر گواہ بنالوں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اسی جیسا عطیہ تم نے اپنی تمام اولاد کو دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کو قائم رکھو۔ چنانچہ وہ واپس ہوئے اور ہدیہ واپس لے لیا''۔ (رواہ البخاری: 2587، ومسلم 1623)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے باپ بشیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور کہا: میں نے اپنے اس لڑکے کو ایک غلام ہبہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''تو نے اپنے اور لڑکوں کو بھی ایسا ہی ایک غلام دیا ہے۔'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس سے بھی پھیر لے۔ (صحیح: رواہ مسلم: 1623)

**عن النعمان بن بشير قال: قال رسول الله ﷺ سووا بين أولادكم في العطية كما تحبون أن يسووا بينكم في البر.**

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عطیہ میں اپنی اولاد میں مساوات وبرابری کرو جیسے تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری اولاد تمہارے ساتھ حسن سلوک میں برابری کرے''۔

(اسنادہ صحیح: رواہ الطحاوي في مشكل الآثار: 5073، وابن حبان في صحيحه: 5052، والالباني في السلسلة الصحيحة: 7 / 164)

فائدہ 1: مذکورہ حدیث کی روشنی میں امام طحاوی فرماتے ہیں:

اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ''اولاد کے مابین عطیہ میں برابری کرو جیسے تم یہ پسند کرتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ حسن سلوک میں برابر رہیں'' اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے لڑکے اور لڑکی کے درمیان مساوات وبرابری مراد لی ہے، کیونکہ بیٹے سے جس حسن سلوک کی امید کی جاتی ہے وہی امید بیٹی سے بھی کی جاتی ہے، تو جب اللہ کے نبی ﷺ نے باپ کی طرف سے اولاد کے لئے وہی چاہت بتائی ہے جو چاہت اولاد کی طرف سے باپ کو ہوتی ہے اور باپ اپنی بیٹی سے اسی حسن سلوک کا متمنی ہوتا ہے جو حسن سلوک وہ بیٹے سے چاہتا ہے، تو اس سے ظاہر ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے باپ کی طرف سے عطیہ میں بیٹی کے لئے بھی وہی مراد لیا ہے جو بیٹے کے لئے مراد ہے''۔ (شرح معانی الآثار، ت النجار: 4 / 89)

فائدہ 2: مذکورہ تینوں احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا ہے اگر کوئی ماں اور باپ اپنی حیات میں اپنی اولاد کو بطور تحفہ مال دینا چاہے یا زمین جائداد کا بٹوارہ کرنا چاہیے مثلاً: کھیت، گھر اراضی وغیرہ کا تو ماں اور باپ پر واجب ہے کہ وہ بغیر بیٹے اور بیٹی میں فرق کئے ہوئے اپنی اولاد کے درمیان ایک جیسی چیز مساوات اور برابری کے ساتھ ادا کرے۔

اور اگر کسی انسان کے ماں اور باپ فوت ہوجائیں، ان کے چھوڑے ہوئے مال، زمین اور جائداد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں تاکیدی حکم دیتا ہے، مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر حصہ ہے، پھر اگر وہ دو سے زیادہ عورتیں (ہی) ہوں، تو ان کے لیے اس کا دو تہائی ہے جو اس نے چھوڑا اور اگر ایک عورت ہو تو اس کے لیے نصف ہے۔ اور اس کے ماں باپ کے لیے، ان میں سے ہر ایک کے لیے اس کا چھٹا حصہ ہے، جو اس نے چھوڑا، اگر اس کی کوئی اولاد ہو۔ پھر اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث ماں باپ ہی ہوں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے، پھر اگر اس کے (ایک سے زیادہ) بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے، اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائے، یا قرض (کے بعد)۔ تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے ان میں سے کون فائدہ پہنچانے میں تم سے زیادہ قریب ہے، یہ اللہ کی طرف سے مقرر شدہ حصے ہیں، بے شک اللہ ہمیشہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ (سورہ النساء: 11)

جو بیٹی اور بہن کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص دو یا تین بیٹیوں یا بہنوں کا ذمہ دار بنا (اور ذمہ داری نبھائی) یہاں تک کہ وہ فوت ہوگئیں، یا وہ شخص خود فوت ہوگیا تو میں اور وہ دو انگلیوں کی طرح ساتھ ہوں گے، یہ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت والی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ فرمایا''۔

(اسنادہ صحیح : رواہ احمد فی مسندہ : 12498، وابن حبان فی صحیحہ : 447، والالبانی فی الصحیحۃ 296)

''حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کی تین یا دو بیٹیاں یا بہنیں ہوں، وہ ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے یہاں تک کہ ان کی شادی ہوجائے یا فوت ہوجائیں تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائیں گی۔'' (اسنادہ صحیح : رواہ احمد فی مسندہ: 23991، والالبانی فی الصحیحۃ: 295، وظفر اقبال فی تخریج مسند احمد: 10 / 1065 رقم: 24491)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کی تین بیٹیاں یا بہنیں ہوں وہ ان کے ذمہ دار بنا اور ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرتا رہا، وہ میرے ساتھ جنت میں جائے گا، یہ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔ (اسنادہ صحیح : رواہ احمد فی مسندہ: 12593، والالبانی فی الصحیحۃ: 295)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس مسلمان کی دو بیٹیاں ہوں وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ ضرور جنت میں جائے گا''۔

(حدیث صحیح بشواہدہ: رواہ ابن ماجہ فی سننہ: 3670، واحمد فی مسندہ: 2104 و 3424، والحاکم فی المستدرک: 4 / 178، وابن حبان فی صحیحہ: 2053، والبخاری فی الادب المفرد: 77، والالبانی فی صحیح الادب المفرد: 59، والصحیحۃ: 2776، وصححہ الحاکم، وحسنہ الارنؤوط، والالبانی)

**عن أبي سعيد الخدري، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يكون لأحدكم ثلاث بنات، أو ثلاث أخوات، فيحسن اليهن، الا دخل الجنة.**

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کے پاس تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو جنت میں ضرور داخل ہوگا''۔

(حدیث صحیح بشواہدہ: رواہ الترمذی فی سننہ: 1912، والسراج المنیر: 2 / 1049)، والالبانی فی صحیح الترغیب للالبانی: 1973، وصحیح الادب المفرد: 59، وتراجع الالبانی: 409)

**عن أبي سعيد الخدري، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كان له ثلاث بنات، أو ثلاث أخوات، أو ابنتان أو اختان، فأحسن صحبتهن، واتقى الله فيهن، فله الجنة.**

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کے پاس تین لڑکیاں یا تین بہنیں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اللہ سے ڈرے اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو جنت میں ضرور داخل ہوگا''۔

(حدیث صحیح بشواہدہ : رواہ الترمذی فی سننہ : 1912، و احمد فی مسندہ : 11384، والالبانی فی صحیح الترغیب: 1973)

اولاد رہنے کے باوجود پورا مکمّل مال اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کر سکتے ہیں بلکہ وصیت کی آخری حد ایک تہائی مال سے زیادہ نہیں ہے اور یہ بھی زیادہ ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ میں بیمار ہوا اور مرنے کے قریب ہوگیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے پاس مال بہت ہے اور ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں۔ کیا میں اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دے دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں'' پھر میں نے کہ ''دو تہائی دے دوں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں'' پھر میں نے کہا ''نصف دے دوں؟'' فرمایا: ''نہیں۔'' پھر میں نے پوچھا: تہائی دے دوں؟ فرمایا: ''تہائی دے سکتے ہو اور یہ بھی بہت ہے۔'' پھر فرمایا: ''اگر تم اپنی اولاد کو مالدار چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں محتاج چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔ بے شک جو مال تم اللہ کی راہ میں خرچ کروگے تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ حتیٰ کہ اس نوالہ پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں دوگے۔ (صحیح: رواہ البخاری: 6733، ومسلم: 1628)

فائدہ: مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی حیات میں اولاد رہنے کے باوجود مکمّل مال فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہے، تو بھی خرچ نہیں کرسکتا ہے بلکہ اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تہائی مال اللہ کی راہ میں دے سکتے ہو اور یہ بھی زیادہ ہے۔ پھر فرمایا: ''اگر تم اپنی اولاد کو مالدار چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں محتاج چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔ بے شک جو مال تم اللہ کی راہ میں خرچ کروگے تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ حتیٰ کہ اس نوالہ پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں دوگے۔

اسے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام لوگوں کو اپنی بیٹی اور بہن کے ساتھ حسن سلوک کرنے، پرورش کرنے، حق ادا کرنے، بیٹی بہن کی پیدائش پر خوشی اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ صبر کرنے، اپنی کمائی سے کھلانے اور پہنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

☆☆☆

# غائبانہ نماز جنازہ سلف صالحین کی نگاہ میں

مولانا آصف تنویر تیمی

اس دنیا میں کسی کو بقانہیں۔ ہر شخص کو مرنا ہے۔ ہم نگاہ اٹھا کر دیکھیں کہ جو بھی اس دنیا میں آیا اس کو موت کا جام پینا پڑا ہے۔ اس لئے ہر شخص کو موت کو اپنی نگاہ کے سامنے اور موت کے بعد پیش آنے والے مراحل کی تیاری کرنی چاہئے۔ اسلام کا یہ حسن ہے کہ اس نے زندگی کے مسائل بھی بیان کئے ہیں اور مرنے کے بعد سے لے کر آخرت تک کے مسائل کو اجاگر کیا ہے، کسی ضروری مسئلہ کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ مریض سے متعلق احکام، جان کنی میں مبتلا شخص کے احکام، موت کے بعد کے احکام، غسل میت کے احکام، تکفین میت کے احکام اور نماز جنازہ جیسے اہم مسائل کتب احادیث وفقہ میں بہت ہی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

عربی زبان میں ''جنازہ'' زبر کے ساتھ میت کو کہتے ہیں۔ اگر ''جنازہ'' کو زیر کے ساتھ پڑھیں تو اس کا معنی اس کھاٹ اور چارپائی کے ہوتا ہے جس پر مردے کو لٹایا جاتا ہے۔ بعض اہل لغت یہ کہتے ہیں کہ ''جنازہ'' زیر کے ساتھ اس چارپائی کو کہتے ہیں جس پر مردے کو سولایا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المصباح المنیر مادہ ''جنز'')

تمام اہل علم کا اس بات کا اتفاق ہے کہ جنازہ امت مسلمہ پر فرض کفایہ ہے۔ یعنی کسی کی موت کے بعد امت کے چند افراد بھی نماز جنازہ پڑھ لیں تو کافی ہوگا، سبھوں کا جنازہ پڑھنا ضروری نہیں۔ جنازے کی نماز باجماعت اور انفرادی دونوں طریقے سے پڑھی جاسکتی ہے۔

**جنازہ کے درج ذیل ارکان ہیں:** قیام (اگر کوئی قیام کی طاقت رکھے)، چار تکبیریں، قراءت فاتحہ، درود ابراہیمی، میت کے لئے دعا، سلام اور راجح قول کے مطابق ان امور کو ترتیب سے ادا کرنا۔

**جنازہ کی درج ذیل سنتیں ہیں:** (۱) مرد مردہ کے سینہ کے سامنے اور مردہ عورت کی کمر کے سامنے امام کھڑا ہو کر جنازے کی نماز پڑھائے (۲) ہر تکبیر کے ساتھ ''اللہ اکبر'' کہے (۳) قراءت فاتحہ سے قبل ''اعوذ باللہ'' اور ''بسم اللہ'' پڑھے (۴) سورہ فاتحہ کی سری قراءت کرے (۵) اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے دعا کرے (۶) چھوتھی تکبیر اور سلام پھیرنے سے قبل کچھ دیر رکے (۷) نماز جنازہ میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے (۸) سلام پھیرتے وقت داہنے طرف متوجہ ہو (۹) امام احمد کی رائے کے مطابق اگر مصلیوں کی تعداد ہو تو صفوں کی تعداد طاق رکھی جائے۔

تمام فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک اور ایک سے زائد جنازے کی نماز ایک ساتھ پڑھی جاسکتی ہے۔ اگر مرد عورت اور بچہ کا جنازہ جمع ہو جائے تو مرد کا جنازہ سب سے آگے اس کے بعد بچہ کا جناز پھر عورت کا جنازہ رکھا جائے گا اس طرح کہ عورت کی کمر مرد کے سر کے سامنے ہو۔

جنازہ کی نماز مسجد اور میدان حسب ضرورت دونوں جگہ پڑھی جاسکتی ہے۔ مسجد میں بعض صحابہ کرام کے جنازے کی نماز پڑھی گئی ہے۔ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کے فتوی کے مطابق ایک شخص حسب ضرورت ایک جنازہ کی نماز کئی دفعہ بھی پڑھ سکتا ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ مثلا اگر وہ باجماعت جنازہ پڑھ چکا ہے لیکن بعد میں آنے والے شخص کے ساتھ دوبارہ جماعت میں شامل ہو کر نماز پڑھ لے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

میت کے جنازے کی نماز پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق شخص وہ ہے جس کے تعلق سے مرنے والا وصیت کر جائے۔ اس کے علاوہ کوئی قریبی رشتہ باپ دادا بیٹا پوتا وراثت کی ترتیب کے مطابق جنازے کی نماز پڑھا سکتا ہے۔ اگر کوئی قریبی رشتہ نہ ہو تو علماء اور فضلاء میں سے کوئی یہ ذمہ داری ادا کر سکتا ہے۔ لیکن اگر جنازے کی نماز مسجد میں ہو رہی ہو تو مسجد کا امام جنازہ پڑھانے کا زیادہ مستحق ہے۔ مذکورہ ترتیب کا خیال رکھنا اس صورت میں زیادہ اہم ہو جاتا ہے جب امامت کے حقدار کئی لوگ ہوں ورنہ کوئی دیندار شخص نماز پڑھادے تو کافی ہو جائے گا۔

**جنازہ کی نماز کی کئی صورتیں بنتی ہیں:** (۱) جنازہ حاضر ہو اور اس کی نماز پڑھی جائے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے (۲) جنازہ کی نماز ہو جائے اور کوئی شخص آئے تو وہ راجح قول کے مطابق ایک ماہ کے درمیان مردہ کی قبر پر جا کر جنازہ کی نماز پڑھ سکتا ہے (۳) کسی مسلمان کی ایسے علاقے یا شہر میں وفات ہو جہاں اس کی نماز نہ پڑھی گئی ہو تو خبر لگنے پر دوسرے علاقے کے مسلمان اس میت کی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں (۴) مرنے والے مسلمان شخص کی نماز جنازہ پڑھی جاچکی ہو پھر بھی دوسرے علاقے کے لوگ اس کی نماز پڑھنا چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، اس بارے میں متقدمین اور متاخرین اہل علم کا شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور اس سلسلے میں صحیحین میں وارد حدیث نجاشی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ واضح رہے کہ حدیث نجاشی صحیحین کے علاوہ بہت ساری کتب حدیث میں مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

**حدیث نجاشی کے تمام طرق کو ایک ہی سیاق میں محدث عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں:**

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ والی حدیث کا سیاق ہے۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں حبشہ کے حاکم اصحمہ نجاشی کا اعلان اسی دن کرایا جس دن اس کی موت

ہوئی۔آپ نے کہا: آج تمہارے ایک نیک بھائی کا انتقال تمہارے علاقے سے دور ہو گیا ہے۔تم لوگ چلو اور اس کی نماز پڑھو، اور اس کے لئے مغفرت کی دعا کرو۔صحابہ نے پوچھا: وہ کون شخص ہے؟ آپ نے بتلایا: نجاشی۔ راوی کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ جنازہ کی جگہ بقیع گئے خود آگے بڑھے اور لوگوں کی اپنے پیچھے کئی صفیں یا دو صفیں بنا کر نماز پڑھائی۔ راوی کہتے ہیں: ہم لوگوں نے آپ کے پیچھے ویسے ہی صف بنایا جیسے میت کے پیچھے صف بنائی جاتی ہے اور ویسے ہی نماز پڑھی جیسے میت کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ہمیں ایسا گمان ہو رہا تھا کہ جیسے حقیقی جنازہ ہمارے سامنے رکھا ہو۔ راوی کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری امامت کرائی اور نجاشی پر نماز پڑھی۔ آپ نے جنازہ پر چار تکبیر کہی‘‘

غائبانہ نماز جنازہ کے جواز اور عدم جواز دونوں کے قائلین کی مذکورہ حدیث میں دلیل موجود ہے۔ بالخصوص عدم جواز کے قائلین بعض طرق میں وارد لفظ ’’ہمیں ایسا گمان ہو رہا تھا کہ جیسے حقیقی جنازہ ہمارے سامنے رکھا ہو‘‘ سے استدلال کیا ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی ان شاءاللہ۔

اوپر اجمالی طور پر ذکر ہو چکا ہے کہ حدیث نجاشی صحیحین میں مختلف الفاظ کے اختلاف کے ساتھ موجود ہے۔تاہم تفصیلی طور پر یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری (۹۰/۳، ۱۴۵، ۱۵۵، ۱۵۷)، صحیح مسلم (۵۴/۳)، سنن ابوداود (۶۸، ۶۹)، سنن نسائی (۲۶۵/۱، ۲۸۰)، سنن ابن ماجہ (۴۶۷/۱)، سنن بیہقی (۴۹/۴)، مسند الطیالسی (۲۳۰۰)، مسند احمد (۲/ ۲۴۱، ۲۸۰، ۲۸۹، ۳۴۸، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۷۹، ۵۲۹) ان تمام محدثین نے حدیث نجاشی کو صحابی رسول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حدیث نجاشی کو امام بخاری (۱۴۵/۳، ۱۴۶) امام مسلم، امام نسائی، امام بیہقی، امام الطیالسی (۱۶۸۱) اور امام احمد نے مسند میں (۳/ ۲۹۵، ۳۱۹، ۳۵۵، ۳۶۱، ۳۶۳، ۳۶۹، ۴۰۰) نے صحابی رسول جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث نجاشی کو صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ترمذی (۱۴۹/۲) میں صحابی رسول عمران بن الحصین سے روایت کیا ہے، اور اس حدیث کو امام ابن ماجہ، امام ابن حبان، امام بیقہی، امام الطیالسی (۷۴۹) اور امام احمد (۴/ ۴۳۳، ۴۳۱، ۴۳۹، ۴۴۱، ۴۴۶) نے صحیح قرار دیا ہے۔اس حدیث کو امام ابن ماجہ، امام الطیالسی (۱۰۶۸)، امام احمد (۷/۴) نے صحابی رسول حذیفہ بن اسید سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ، امام احمد (۶۴/۴، ۳۷۶/۵) نے صحابی رسول مجمع بن حارثہ انصاری سے روایت کیا ہے۔ امام بوصیری نے اپنی کتاب ’’الزوائد‘‘ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

حدیث نجاشی سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ نے صحابی رسول عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے۔نیز یہ حدیث مسند احمد (۲۶۳/۴-۲۶۴) میں بھی صحابی رسول جریر بن عبداللہ سے مرفوعا مروی ہے۔ (مذکورہ بالا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: اُحکام الجنائز وبدعھا، تالیف: علامہ محمد ناصر الدین البانی، ص ۱۱۵-۱۲۰)

**غائبانہ نماز جنازہ سے متعلق فقہاء کرام کے متعدد اقوال کتابوں میں ملتے ہیں، لیکن ان میں سے چار اقوال قابل التفات ہیں، ذیل میں ان اقوال اور ان کے قائلین کے اسماء کو حوالوں کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے تاکہ اہل علم ان اقوال واسماء سے استفادہ کرسکیں۔**

**پہلا قول:** غائبانہ نماز جنازہ مطلق طور پر جائز ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے یہ قول شافعیہ اور حنابلہ کا ہے (ملاحظہ ہو: المغنی ۴۴۶/۳)۔ ان دونوں کے قول کی تائید کرنے والوں میں بہت سارے علماء وفضلاء کے اسماء گرامی موجود ہیں۔ جیسے: امام ابن حزم (۱۳۹/۵) دوٹوک لکھتے ہیں:’’ وأما الصلاة على الغائب فقد جاء به نص قاطع، أغنى عن النظر، وان كان النظر تجب به الصلاة عليه، لأن قول رسول الله صلى الله عليه وسلم:’’ صلوا على صاحبكم‘‘ عموم يدخل فيه الغائب والحاضر، ولا يجوز أن يخص به أحدهما، بل فرض فى كل مسلم دفن بغير صلاة أن يصلى عليه من بلغه ذلک من المسلمين، لانها فرض على الكفاية، وهى فيمن صلى عليه ندب‘‘ ترجمہ: غائبانہ نماز جنازہ سے متعلق نص قطعی موجود ہے، جس کے بعد کسی غور وفکر کی ضرورت نہیں، حالانکہ اس سلسلے میں غور وفکر سے بھی غائبانہ نماز جنازہ کے وجوب کا پتہ چلتا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ’’تم سب اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو‘‘ عام ہے، اس میں حاضر اور غائب دونوں طرح کا جنازہ شامل ہے۔ کسی ایک کی تخصیص درست نہیں۔ بلکہ اگر کسی میت کو بلا نماز پڑھے دفن کر دیا گیا ہو تو جس کسی مسلمان کو اس بارے میں معلوم ہو اس کے لئے اس شخص کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا واجب ہے۔ اس لئے کہ جنازہ فرض کفایہ ہے، اور جس کے جنازے کی نماز پڑھی جا چکی ہے اس کے حق میں دوبارہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا سنت ہے۔

یہی قول امام نووی (المنہاج ۲۶/۳)، امام ابن حجر (فتح الباری ۲۴۰/۳)، امام شوکانی (نیل الاوطار ۸۶/۲-۸۷)، امیر صنعانی (سبل السلام ۲۸۱/۳)، شمس الحق عظیم آبادی (عون المعبود ۹/۶- ۲۰)، عبدالرحمٰن مبارکپوری (تحفۃ الأحوذی ۱۱۵/۴-۱۱۸)، عبیداللہ رحمانی مبارکپوری (فتاوی شیخ الحدیث ۴۵۳/۱)، سید سابق رحمہم اللہ (فقہ السنۃ ۶۶/۲) رقمطراز ہیں:’’ تجوز الصلاة على الغائب فى بلد آخر، سواء أكان البلد قريبا أم بعيدا، فيستقبل المصلى القبلة، وان لم يكن البلد الذى به الغائب جهة القبلة، ينوى الصلاة عليه، وبكبر، ويفعل مثل ما فى الصلاة على الحاضر‘‘ ترجمہ: ’’جنازہ غائبانہ دوسرے شہر میں جائز ہے، شہر قریب ہو یا دور، مصلی قبلہ رو کھڑا ہوگا، اگر چہ مرنے والے کا شہر قبلہ رو

ہو یانہیں، جنازے کی نماز کی نیت کرے گا،اور ویسے ہی نماز پڑھے گا جیسا کہ حاضر جنازے کی نماز پڑھی جاتی ہے''، شیخ صالح بن فوزان الفوزان غائبانہ نماز جنازہ کے بارے میں لکھتے ہیں:'' **ومن فاتته الصلاة على الميت قبل دفنه صلى على قبره، ومن كان غائبا عن البلد الذى فيه الميت، وعلم بوفاته، فله أن يصلى عليه صلاة الغائب بالنية''** (۲۳۶/۱) ترجمہ:''جس کی نماز جنازہ دفن کرنے سے پہلے فوت ہوجائے (یعنی جنازہ کی نماز چھوٹ جائے اور وہ شخص تدفین سے قبل حاضر ہوجائے) تو وہ قبر پر نماز پڑھ لے،اور جو مرنے والے کے شہر میں موجود نہ ہواور موت کا علم ہو تو غائبانہ نماز جنازہ پڑھ لے''۔

معاصرین ہندوستانی علماء میں ڈاکٹر لیث محمد مکی نے بھی اپنی کتاب (التعلیق الرجیح علی مشکاۃ المصابیح ۴۱۹/۱) میں اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔اردو کتابوں میں فقہ السنہ، تالیف عمران ایوب لاہوری (۶۲۷/۱ - ۶۲۸)، صلاۃ جنازہ بالجہر، تالیف ڈاکٹر سکندر اصلاحی (ص ۷۰-۷۱) میں یہی موقف موجود ہے۔

**دوسرا قول:** مطلق طور پر غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔ائمہ اربعہ میں سے اس قول کے قائل احناف اور مالکیہ ہیں۔ان کے تفصیلی دلائل فقہ حنفی اور فقہ مالکی کی کتابوں میں (فتح القدیر شرح ہدایہ، ۲۸۹/۱، الفتح الربانی، ۲۲۲/۷) درج ہیں، نیز ان لوگوں نے حدیث نجاشی کے متعدد جوابات دیئے ہیں جن میں چند یہ ہیں:

(۱) نجاشی کا انتقال ایسی جگہ میں ہوا تھا جہاں ان کی نماز جنازہ کسی نے نہیں پڑھی، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز غائبانہ پڑھی۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی جو نماز جنازہ پڑھائی، وہ غائبانہ تھی ہی نہیں۔کیوں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ''نجاشی کا پلنگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر رکھ دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ آپ اسے دیکھ رہے تھے اور اسی طرح آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی''۔

(۳) پوری زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک بار نجاشی پر صلاۃ جنازہ غائبانہ پڑھنا ثابت ہے۔حالانکہ مدینہ سے باہر بہت سے لوگوں کی موت ہوئی مگر اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ غائبانہ نجاشی کے لئے خاص تھی۔

واضح رہے کہ ان اشکالات کا تشفی بخش جواب پہلے قول کے قائلین نے دیا ہے۔ بالخصوص اشکالات وشبہات کے ازالے کے لئے عربی میں''فتح الباری'' اور اردو میں ڈاکٹر سکندر اصلاحی کی کتاب'' صلوۃ جنازہ بالجہر ومسائل جنازہ'' کو دیکھا جاسکتا ہے۔(ان دونوں کتابوں کا حوالہ پہلے قول کے ضمن میں درج ہے)

**تیسرا قول:** کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو تو اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھ لی جائے اور اگر کسی کی پڑھی جا چکی ہے تو اس کا غائبانہ نماز جنازہ درست نہیں ہے۔اس قول کے قائلین میں بہت سارے اہل علم کا نام ملتا ہے، جیسے: امام خطابی ((معالم السنن: ۳۱۰/۱-۳۱۱))، امام ابن القیم (زاد المعاد: ۵۰۰/۱-۵۰۱)، شیخ ابن عثیمین (فتاوی فی أحکام الجنائز ص ۱۴۶-۱۴۹)، شیخ البانی (أحکام الجنائز وبدعہا: ص ۱۱۵-۱۲۰)، ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی (السعی الحثیث الی فقہ أہل الحدیث: ۶۲۵/۱)، شیخ عدنان محمد منیر قمر: ص ۵۷)، مولانا صادق سیالکوٹی رحمہم اللہ (صلاۃ الرسول: تحقیق علامہ ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی، ص ۲۸۷) علامہ ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی رحمہ اللہ کا حاشیہ پڑھنے سے متعلق رکھتا ہے لکھتے ہیں:''غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے پر نجاشی کے قصے سے دلیل لی جاتی ہے جو بخاری، مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔مگر اس سے مطلق غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔امام خطابی فرماتے ہیں:''نجاشی ایک مسلمان آدمی تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا، آپ کی نبوت کی تصدیق کی، مگر وہ اپنا ایمان چھپاتا تھا اور جب کوئی مسلمان فوت ہوجائے تو مسلمانوں پر اس کی نماز جنازہ ادا کرنا واجب ہوتی ہے۔نجاشی چونکہ اہل کفر میں مقیم تھا۔اور وہاں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو اس کی نماز جنازہ پڑھتا۔لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کی نماز جنازہ ادا کرنا ضروری تھا، کیونکہ آپ اس کے نبی تھے اور لوگوں کی نسبت اس کے زیادہ حق دار تھے۔پس اسی سبب نے (واللہ اعلم) آپ کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی دعوت دی۔اسی بنا پر جب کوئی مسلمان کسی ایسے شہر میں فوت ہوجائے جہاں اس کی نماز جنازہ ادا کی گئی ہو تو دوسرے شہر میں اس کی غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔اور اگر یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ کسی عذر یا مانع کی وجہ سے وہاں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی تو ایسے شخص کی نماز غائبانہ ادا کرنا سنت ہے''۔(معالم السنن: ۳۱۰/۱-۳۱۱)

**چوتھا قول:** ایسے مسلمان شخص کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی (اگرچہ پہلے پڑھی جاچکی ہو) جس کی ذات سے عام مسلمانوں کو فائدہ پہنچا ہو۔جیسے ایسا عالم جس کے علم وعمل سے امت کو فائدہ ہوا ہو، ایسا تاجر جس کے مال ودولت سے اسلام اور مسلمانوں نے فائدہ اٹھایا ہو۔شکریے اور دوسروں کی حوصلہ افزائی کی خاطر ایسے شخص کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی جائے گی تاکہ دوسرے مسلمانوں میں بھی دین کے راستہ میں کار خیر کرنے کا جذبہ ابھرے۔

اسی قول کے قائل مفتی مملکت سعودی عرب علامہ ابن باز، علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی اور حافظ زبیر علی زئی (فتاوی علمیہ: ۵۳۴/۱) رحمہم اللہ ہیں۔عرب علماء کے فتاوے کے لئے'' مجموع فتاوی اللجنہ الدائمہ'' کا ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔اللہ ہم سب کو دین کا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

**امیر محترم کا دورہ آسام:** مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر فضیلۃ الشیخ مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ کے آسام کے دورے پر بتاریخ ۳/۱/۲۰۲۵ء گوہاٹی دکھن گاؤں اہل حدیث جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد دعوتی وتذکیری مجلس منعقد ہوئی جس سے امیر جماعت فضیلۃ الشیخ اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے خطاب کیا اور صوبائی جمعیت کے امیر شیخ مقصودالرحمٰن مدنی اور نائب امیر شیخ حفظ الرحمٰن مدنی نے مسجد کے متولی شہادت حسین اور سعید الرحمٰن بنارسی اور دیگر لوگوں سے مختلف جماعتی امور پر تبادلہ خیال کیا۔نماز مغرب کے بعد درنگ ضلع کے لٹکا گھاٹ میں ضلعی جمعیۃ اہل حدیث کا سالانہ اجلاس مولانا حضرت علی امیر ضلعی جمعیت کے زیر صدارت منعقد ہوئی جس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر فضیلۃ الشیخ اصغرعلی امام مہدی سلفی مدنی اور شیخ مقصودالرحمٰن مدنی، مولانا دلوار حسین، مولانا عبدالمجید مولانا یوسف سنابلی، مولانا علی حسین، مولانا ابراہیم، مولانا حبیب الرحمٰن وغیرہ نے عوام سے خطاب فرمایا۔

**پیام امن کانفرنس:** جامعہ مصباح العلوم اعظم نگر، پوسٹ جیرن گاچھ، تھانہ: ٹھاکر گنج، ضلع: کشن گنج، بہار میں ۲۱/ دسمبر ۲۰۲۴ء بروز جمعرات کو بڑے ہی تزک واحتشام کے ساتھ ''پیام امن'' کے موضوع پر ایک تاریخی کانفرنس منعقد ہوئی ۔جس کی صدارت مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم فضیلۃ الشیخ اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے کی، امن وامان اور بھائی چارہ کے سلسلے میں قیمتی نصیحت فرمائی اور قیام امن کے رہنما اصولوں کی طرف توجہ مبذول کرائی۔فللہ الحمد

اس کانفرنس میں جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے مؤقر استاد فضیلۃ الشیخ ابوصالح دل محمد السلفی حفظہ اللہ، فضیلۃ الشیخ بدرالدجی ندوی حفظہ اللہ شمسی، مالدہ، فضیلۃ الشیخ محمد حسین سلفی حفظہ اللہ، صدر مدرس مدرسہ اصلاح المسلمین دیوی نگر پورنیہ بہار، فضیلۃ الشیخ عبدالکریم علیگ حفظہ اللہ، ممبئی، فضیلۃ الشیخ عبدالکریم جامعی حفظہ اللہ ناظم اعلی مدرسہ منہاج العلوم شفقت نگر رائے پور، فضیلۃ الشیخ ہمایوں کبیر سلفی حفظہ اللہ مدرس جامعہ اسلامیہ بھولکی بنگال، فضیلۃ الشیخ شہید العالم بخاری حفظہ اللہ گوہاٹی آسام، فضیلۃ الشیخ زین العابدین سنابلی صاحب ناظم اعلیٰ ضلعی جمعیت اہل حدیث کشن گنج بہار، فضیلۃ الشیخ شمیم اختر صاحب اصلاحی ڈائریکٹر مدرسہ اصلاح المسلمین ٹھوا پاڑہ، فضیلۃ الشیخ محمد اسحاق صاحب فیضی صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ احمدیہ پواخالی، فضیلۃ الشیخ سراج الدین صاحب شمسی سابق مدرس جامعہ ہذا وغیرہم نے شرکت کی۔یہ کانفرنس اپنے عزائم ومقاصد میں پوری طرح کامیاب رہی اور امت مسلمہ کے لیے مفید اور کارگر ثابت ہوئی۔(رپورٹ: محمد شریف عالم السلفی، استاد جامعہ مصباح العلوم اعظم نگر)

جماعتی خبریں

**مشہور وقدیم دینی دانش گاہ جامعہ عالیہ عربیہ مئوکے سابق استاذ، متعدد دینی کتابوں کے محقق و مولف اور مترجم معروف عالم دین مولانا ضیاء الحسن سلفی صاحب کا انتقال پرملال:** یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مشہور وقدیم دینی دانش گاہ جامعہ عالیہ عربیہ مئو کے سابق استاذ، متعدد دینی کتابوں کے محقق ومولف اور مترجم معروف عالم دین مولانا ضیاء الحسن سلفی صاحب کا ۳۰/دسمبر ۲۰۲۴ء کو شام تقریباً پانچ بجے بعمر تقریباً 68 سال انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مولانا کو تعلیم وتعلم سے شغف تھا۔آپ باصلاحیت اور قابل انسان تھے۔آپ نے جامعہ سلفیہ بنارس سے فراغت کے بعد پوری زندگی درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور ترجمہ وتحقیق میں بسر کی، متعدد دینی وعلمی کتابوں کی تحقیق کی، ترجمے کئے اور تالیف فرمائی۔آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد ہے جوکہ آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔مولانا کے جنازے کی نماز 31 دسمبر 2024ء کو ساڑھے دس بجے صبح عیدگاہ اہل حدیث ڈومن پورہ پچھم مئو میں ادا کی گئی۔ پسماندگان میں بیوہ، چار بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔اللہ تعالی مولانا کی مغفرت فرمائے، لغزشوں اور تقصیرات سے درگزر کرے، خدمات کو قبول فرمائے، جنۃ الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔(شریک غم: اصغرعلی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

**استاذ الاساتذہ معمر عالم دین مولانا محمد شفیق سلفی صاحب کا انتقال پرملال:** یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ استاذ الاساتذہ معمر عالم دین مولانا محمد شفیق سلفی صاحب کا طویل علالت کے بعد گزشتہ شب ساڑھے دس بجے آبائی وطن غوث نگر، سیتامڑھی بہار میں بعمر تقریباً 80 سال انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون. استاذ گرامی مولانا محمد شفیق سلفی صاحب کو اللہ تعالی نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔آپ بڑے خلیق وملنسار، مہمان نواز، علماء کے قدرداں، دعوت الی اللہ کے جذبے سے سرشار اور بڑے شفیق معلم ومربی تھے۔ بچوں کی عملی تربیت کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے اور علاقے میں طلبہ کو ٹریننگ کی غرض سے خطبات جمعہ کے لیے بھیجتے تھے۔آپ نے مدرسہ منظر العلوم بلی رام پور اور مدرسہ منظر العلوم پرسا مغربی چمپارن میں بحیثیت معاون مدرس اور فاتحان مظفر پور کے مدرسے میں بحیثیت صدر المدرسین تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دیں۔آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد ہے جوکہ آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔

مولانا کے جنازے کی نماز مورخہ 3 جنوری 2025ء کو بعد نمازِ جمعہ آبائی وطن غوث نگر میں ادا کی گئی۔ پسماندگان میں بیوہ اور تین بیٹیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے، لغزشوں اور تقصیرات سے درگزر کرے، خدمات کو قبول فرمائے، جنۃ الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔آمین۔(شریک غم: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

**استاذ الاساتذہ معمر عالم دین مولانا محمد شفیق سلفی صاحب کا انتقال پر ملال**: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ استاذ الاساتذہ معمر عالم دین مولانا محمد شفیق سلفی صاحب کا طویل علالت کے بعد گزشتہ شب ساڑھے دس بجے آبائی وطن غوث نگر، سیتامڑھی بہار میں بعمر تقریباً 80 سال انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔استاذ گرامی مولانا محمد شفیق سلفی صاحب کو اللہ تعالی نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔آپ بڑے خلیق وملنسار، مہمان نواز، علماء کے قدر داں، دعوت الی اللہ کے جذبے سے سرشار اور بڑے شفیق معلم ومربی تھے۔بچوں کی عملی تربیت کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے اور علاقے میں طلبہ کو ٹریننگ کی غرض سے خطبات جمعہ کے لیے بھیجتے تھے۔آپ نے مدرسہ منظر العلوم بلی رام پور اور مدرسہ منظر العلوم پرسا مغربی چمپارن میں بحیثیت معاون مدرس اور فاتحان مظفر پور کے مدرسے میں بحیثیت صدر المدرسین تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دیں۔آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد ہے جو کہ آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔

مولانا کے جنازے کی نماز مورخہ 3 جنوری 2025ء کو بعد نمازِ جمعہ آبائی وطن غوث نگر میں ادا کی گئی۔ پسماندگان میں بیوہ اور تین بیٹیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے، لغزشوں اور تقصیرات سے درگزر کرے، خدمات کو قبول فرمائے، جنۃ الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔آمین۔(شریک غم: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

**مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کارکن مولانا محمد رئیس فیضی صاحب کو صدمہ**: یہ خبر نہایت ہی رنج و افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کارکن مولانا محمد رئیس فیضی صاحب کی خالہ محترمہ کا آج صبح 5 / بجے بعمر تقریبا 80 / سال بعارضہ سرطان انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحومہ نہایت خلیق وملنسار، مہمان نواز اور پابند صوم وصلاۃ خاتون تھیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو فریضہ حج کی ادائیگی کی سعادت بھی بخشی تھی۔کئی سالوں سے سرطان کے مہلک مرض میں مبتلا تھیں۔چھ سال قبل شوہر ذو القرنین صاحب کا انتقال ہوگیا تھا۔ان کے جنازے کی نماز بعد نمازِ ظہر وطن مالوف گھونگھیا، مشرقی چمپارن، بہار میں ادا کی گئی۔پسماندگان میں تین صاحب زادے، تین صاحبزادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، لغزشوں سے درگذر فرمائے، جنت الفردوس کی مکین بنائے، مولانا محمد رئیس فیضی اور ان کی والدہ ماجدہ اور جملہ پسماندگان و متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔آمین (شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

**مولانا عبداللہ انصاری سلفی کا انتقال**: روزنامہ انقلاب نوئیڈا میں سینئر سب ایڈیٹر ظفر اللہ انصاری کے والد ماجد مولانا عبداللہ انصاری سلفی اتوار 5 جنوری 2024 کو صبح ۷ ربجے ۸۰ سال کی عمر میں داعئ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحوم کی نماز جنازہ بعد نماز عصر شیخ محمد عزیر کی امامت میں ادا کی گئی اور تدفین آبائی قبرستان میں عمل میں آئی۔مرحوم گزشتہ چھ سات ماہ سے صاحب فراش تھے۔ وہ نہایت نیک سیرت، خوش مزاج اور صوم وصلوۃ کے پابند تھے۔ انہوں نے احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ سے دینی علوم میں سند فراغت حاصل کرنے کے بعد متھلا یونیورسٹی سے گریجویشن کی ڈگری حاصل کی تھی۔پسماندگان میں بیوہ، ۷ بیٹے اور ۲ بیٹیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر دے۔(ادارہ)

**صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کے سابق ناظم مولانا سجاد حسین عالیاوی صاحب کا انتقال پر ملال**: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کے سابق ناظم مولانا سجاد حسین عالیاوی صاحب کا طویل علالت کے بعد گزشتہ شب بجے آبائی وطن ٹیکنا، ماگورا، مالدہ میں بعمر تقریباً 76 سال انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. مولانا سجاد حسین عالیاوی صاحب کو اللہ تعالی نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔آپ بڑے خلیق وملنسار، علماء کے قدر داں، اور سرکاری مدرسہ کے ریٹائرڈ معلم تھے۔آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد ہے جو کہ آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔ مولانا ضلعی جمعیت اہل حدیث مالدہ کے بھی کئی میقات میں امیر رہے۔ادھر دو سال سے علیل تھے۔مولانا کے جنازے کی نماز مورخہ 9 جنوری 2025ء کو بوقت گیارہ بجے دن آبائی وطن ٹیکنا میں ادا کی گئی۔ پسماندگان میں بیوہ، چار بیٹے، دو بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے، لغزشوں اور تقصیرات سے درگزر کرے، خدمات کو قبول فرمائے، جنۃ الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔آمین۔(شریک غم: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

**حافظ عبدالقادر سلفی کی اہلیہ کا انتقال**: حافظ عبدالقادر وحیدی سلفی، ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث چھپرہ، آبائی وطن، نہرنیاں،

ہرلاکھی مدھوبنی بہار کی شریک حیات نجمہ خاتون کا تقریباً پچاس سال کی عمر میں 22 دسمبر 2024 اتوار کو ڈاکٹروں کی کوششوں کے باوجود رات کے بارہ بجے حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، دوسرے دن مقامی قبرستان میں ان کی تدفین عمل میں آئی، متوفیہ کے جنازہ میں علماء، مدارس کے اساتذہ وذمہ داران اور ایک جم غفیر نے شرکت کی، پسماندگان میں شوہر کے علاوہ دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے آمین۔ (ادارہ)

**محدث جلیل مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کے ہر دلعزیز بابو عبداللہ رحیم آبادی کے پوتے جناب حاجی عبد القیوم عرف بھولا بابو کا انتقال پُرملال:**

جناب حاجی عبدالقیوم عرف بھولا بابو بن شعیب رحمہ اللہ کا شب جمعہ 2:30 بجے آبائی وطن رحیم آباد تاجپور سمستی پور بہار میں 93 سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حاجی عبدالقیوم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ بڑے خلیق وملنسار، مہمان نواز، علماء کے قدرداں اور بڑے شفیق تھے۔

ان کے جنازے کی نماز مورخہ 11 جنوری 2025ء کو بعد نمازِ ظہر آبائی وطن اور شمالی بہار کا مشہور ومعروف ادارہ مدرسہ عزیزیہ سلفیہ رحیم آباد کے احاطے میں ادا کی گئی۔ پسماندگان میں دو بیٹے عبدالعزیز عرف ننھے بابو، عبدالقدیر عرف منٹو بابو اور دو بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے، لغزشوں اور تقصیرات سے درگزر کرے، اورانکی خدمات کو قبول فرمائے، جنۃ الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔ (شریک غم: حافظ سرفراز احمد فیاض، امام وخطیب مسجد اہلحدیث ناظر پور مظفر پور بہار)

**ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی صاحب کو صدمہ:** یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے میڈیا کوآرڈینیٹر ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی صاحب کی ددیا ساس صاحبہ کا مورخہ 7/جنوری 2025ء کو بعمر تقریبا 90/سال بوقت دس بجے شب وطن مالوف کھٹیلا، مدھوبنی، بہار میں طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ نہایت خلیق وملنسار، مہمان نواز، خویش واقارب کی خبر گیر، غریب پرور اورصوم وصلاۃ کی پابند خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حج بیت اللہ کی بھی سعادت بخشی تھی۔ انہوں نے خاندان اور محلے میں بہترین مربیہ کا کردار ادا کیا۔ ان کی تدفین اگلے دن بعد نمازِ مغرب عمل میں آئی۔ پسماندگان میں چار بیٹے اور تین بیٹیوں سمیت اولاد واحفاد ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، لغزشوں سے درگزر کرے، جنت الفردوس کی مکین بنائے اور پسماندگان ومتعلقین خصوصا ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی صاحب کی اہلیہ محترمہ اور خسر جناب اسرافیل کمپنی صاحب کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین (شریک غم ودعا گو: اصغرعلی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

(بقیہ صفحہ ۱۶ کا)

☆اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو شادی سے روکنے، شادی کے بعد جبر وظلم سے خلاصی اختیار کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُواْ النِّسَاء كَرْهاً وَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُواْ بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلاَّ أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيراً** (النساء:۱۹)

''اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو۔ انھیں اس لئے روک نہ رکھو کہ تم نے جو انھیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ لے لو جب تک اعلانیہ طور پر وہ بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بودوباش رکھو۔ اگر تمہیں اس کی کوئی ادا پسند نہ ہو تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سا خیر اور خوبی مضمر کررکھا ہو۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اذیت پہنچانے اور جائز مباح تصرفات سے روکنے ومنع کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری (۹۰۰) اور صحیح مسلم (۴۴۲) کی روایت ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بیوی جماعت سے صلوۃ کی ادائیگی کے لئے فجر وعشاء کیلئے مسجد جایا کرتی تھیں، ان سے کہا گیا کہ آپ مسجد کے لئے کیوں نکلتی ہیں، جبکہ آپ کو معلوم ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ اسے ناپسند اور موجب عار سمجھتے ہیں۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ مجھے اس سے منع کرنے کی وجہ کیا ہے؟ یعنی عمر کو مجھے منع کرنے کے لئے کیا چیز مانع ہے؟ تو کہا گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول **لا تمنعوا اماء الله مساجد الله** "کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو" مانع ہے۔

☆اسلام میں عورت کی تکریم کی صورت یہ بھی ہے کہ اس نے خاوندوں کو بلاسبب عورتوں کو ضرب اور مار پیٹ سے منع کیا ہے۔ صحیح بخاری (۵۲۰۴) اور صحیح مسلم (۲۸۵۵) کی روایت ہے۔ عبداللہ بن زمعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح نہ مارے پیٹے پھر شب میں اس کے ساتھ ہم بستر ہو، یہ انتہائی تعجب خیز اور مستبعد بات ہے۔

☆☆☆

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

# محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرماکر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

**تعاون کے طریقے**: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کراکے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292